بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے چھیالیس سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

554-55

ذی الحجہ/محرم ۱۴۳۲/۳۳ھ

اکتوبر/نومبر 2011

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

مشاہیر (مکتوبات)

بنام

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا سمیع الحق مدظلہ

ترتیب وتالیف توضیح وحواشی
مولانا سمیع الحق

تقریباً پون صدی پر مشتمل اساطین علم ادب، علماء ومحدثین، مشائخ واکابرین امت، نامور اہل قلم شہسواران صحافت، دانشور ومصنفین، سیاسی زعماء حکمران وسلاطین کے مکتوبات نگارشات، تاثرات اور احساسات کا مجموعہ علمی، فقہی، مذہبی مسائل، ملکی تحریکات وبین الاقوامی سیاسی اتار چڑھاؤ اور عالم اسلام کو درپیش بحرانوں کے مدوجذر پر ارباب فکر ودانش کے خیالات وافکار کا ایک بڑا ذخیرہ مولانا سمیع الحق کے قلم سے ادبی تعارفی حواشی اور توضیحات مشاہیر کے خطوط کے عکسی نمونے

اکابر برصغیر پاک وہند بشمول بنگلہ دیش کے خطوط (پانچ جلدوں پر مشتمل)

مکمل سیٹ 7 جلدوں میں

جلداول: ا تا ے بنام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق .... صفحات (۷۰۲)

بنام مولانا سمیع الحق (حسب ذیل چھ جلدیں)

جلددوم : ا ب پ ...... (۵۰۸) ★ جلدسوم : ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ز س ...... صفحات (۵۸۷)

جلدچہارم: ش ص ض ط ظ ع ......صفحات (۶۸۲) ★ جلدپنجم: غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ے ......صفحات (۵۱۳)

جلدششم : افغانستان (جہادی مشاہیر کے خطوط جہادی رپورٹیں شہداء تحریک طالبان پر مشتمل تفصیلات گویا جہادافغانستان اور جامعہ حقانیہ مستقل ایک جلد .... (صفحات ۶۰۰ سے زائد)

جلدہفتم: بیرونی ممالک ایران عالم عرب افریقہ سنٹرل ایشیاء فارایسٹ امریکہ اور یورپی ممالک .... (صفحات ۵۰۰ سے زائد)

نوٹ ...... مکتوب نگاروں کی ترتیب فرق مراتب کالحاظ کئے بغیر حروف تہجی الف باء تا کے مطابق رکھی گئی ہے

صفحات 4500 سے زائد	قیمت مجموعہ (۷جلد) **3500** روپے	رعایتی قیمت: **1800** روپے

شائع کردہ: مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

اے بی سی آڈٹ

بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت 8-12-2011

ماہنامہ الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 47
شمارہ نمبر ---- 1-2
ذی الحجہ، محرم ـ ۳۳-۱۴۳۲ھ
اکتوبر، نومبر ـ ۲۰۱۱ء

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقشِ آغاز ● پاکستان کے خلاف استعماری قوتوں کے عزائم اور دفاع پاکستان کونسل کی کوششیں۔ ۲

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی دارالعلوم آمد اور ''مشاہیر'' کی تقریب رونمائی میں شرکت ۴

وفیات: ● سعودی ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز کی وفات ○ کرنل معمر قذافی کا زوال ○ بھٹو خاندان کی خاتون اول نصرت بھٹو ایک مرقع عبرت ○ سابق افغان صدر پروفیسر برہان الدین ربانی کا قتل ○ حضرت مولانا عبدالغنی حقانیؒ کا سانحہ ارتحال .... مولانا راشد الحق سمیع ۵

● دارالعلوم حقانیہ میں ''مکاتیب مشاہیر'' کی تقریب رونمائی .... مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی ۱۱

● توبہ خوشنودیٔ الٰہی کا ذریعہ .... حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب ۲۸

● خطبات حکیم الاسلام (حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ) .... مولانا ابن الحسن عباسی ۳۴

● یکم محرم الحرام یوم شہادت سیدنا فاروق اعظمؓ .... مولانا شہزاد احمد کامروی ۴۱

● واشنگٹن۔لندن' میموگیٹ سازش .... جنرل مرزا اسلم بیگ ۴۷

● سرمایہ دارانہ نظام اپنے انجام کے قریب .... جناب بہرہ مند ۵۰

● شوال کے ۶ روزوں کے بارہ میں لاعلمی یا تجاہل عارفانہ .... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی ۵۶

● نیٹو نے ہی جدید ٹیکنالوجی سے قذافی کی گاڑی شناخت کی .... جناب فیدل کاسترو ۶۴

● پیر مشرق: سراج الاسلام سراج .... جناب ابرار خٹک ۶۷

● خوشحالی کا نسخہ کیمیاء .... محترمہ ص۔س۔سید ۷۲

● موجودہ ملکی صورت حال اور ہماری ذمہ داری .... مولانا فرید احمد نعمانی ۷۵

● دارالعلوم کے شب و روز .... ادارہ ۷۷

● تعارف تبصرہ کتب .... ادارہ ۷۸

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔فون نمبر (0923) 630435

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com Fax(0923)630922

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250، بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا راشد الحق سمیع

پاکستان کے خلاف استعماری قوتوں کے عزائم اور دفاع پاکستان کونسل کی کوششیں

مملکتِ پاکستان جو خالص دینی نظریات کی بنیاد پر مدینہ منورہ کی الٰہی بنیادوں پر قائم ریاست کے بعد کرہ ارض پر پہلی بار قائم ہوئی تھی اور اس کے حصول کی خاطر لاکھوں مسلمانوں نے تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت گوارا کی اور ہزاروں لاکھوں مسلمان آگ وخون کے دریا عبور کرکے اس نوزائیدہ وطن میں اسلامی ریاست کے حقیقی قیام اور آزاد عدل وانصاف پر مبنی ریاست کے خوابوں کی تعبیر کے حصول کیلئے اپنا تاریخی ماضی' شاندار روایات اور اپنا تن من دھن قربان کرکے یہاں پہنچے تھے۔ لیکن روزِ اول ہی سے عالمی کفری طاقتوں نے اسے ایک منظم سازش کے ذریعے اس کے اصل اغراض ومقاصد کی تکمیل سے روکے رکھا۔ اور برطانوی حکمرانوں کے وفادار خاندانوں اور مفاد پرست ٹولے کے ذریعے اسے ایک ایسی ڈگر پر ڈالا گیا جس کا انجام آج سب کے سامنے ہے۔ آج بدقسمت پاکستان دنیا بھر کی اقوام وملل کی ناکامیوں پر مبنی فہرستوں میں نمایاں نظر آرہا ہے۔ سیاسی عدمِ استحکام' معاشی بربادی اور امن وامان کے فقدان کے ہاتھوں وطن عزیز کا ایک ایک کوچہ وچپہ کسی خطہ کربلا کا منظر پیش کررہا ہے۔ طوائف الملوکی' بدامنی اور کرپشن کے ہاتھوں ملک اور قوم دونوں مفلوج ہوگئے ہیں۔ تمام بڑے قومی ادارے فیل ہوگئے ہیں۔ پیپلز پارٹی' مسلم لیگ اور فوجی مارشل لاؤں کے ذریعے بار بار ایسے لوگ ملک پر ایک ''مخصوص انتخابی نظام'' کے ذریعے قابض ہوتے چلے آرہے ہیں۔ کہ جس کے باعث قوم کی حقیقی ترجمانی کی آواز ہمیشہ صدا بصحرا ثابت ہوئی ہے۔ یوں تو پاکستان شروع دن ہی سے امریکی کیمپ کے ایک اہم مہرے کے طور پر عالمی دنیا میں پہچانا جاتا ہے اور اسی جرم کی پاداش میں اس کی تمام ناکامیاں اور نامرادیاں اس کے ماتھے کا جھومر بنتی چلی جارہی ہیں۔ لیکن ۹/۱۱ کے بعد فوجی حکمران پرویز مشرف کی پالیسیوں نے تو بچی کھچی قومی غیرت وحمیت کا جنازہ نکال دیا تھا اور آج اسی وجہ سے تصویرِ وطن داغدار اور دھواں دھواں اور دھندلائی نظر آرہی ہے۔ اور اس میں پیپلز پارٹی کی موجودہ قیادت اور اس کے شرمناک کرداروں اور اتحادیوں نے مزید ایسی گلکاریاں بکھیر دی ہیں کہ آج تو اس خطرناک منظر کی وحشت پہلے سے بھی زیادہ ڈراؤنی نظر آرہی ہے۔ طوقِ امریکی غلامی کو پہننے اور اس کی مزید اطاعت ورضامندی کی خاطر زرداری' گیلانی ٹولے نے پرویز مشرف کے سیاہ کارناموں کو بھی ماند کردیا ہے۔ چنانچہ اسی لئے پاکستانی سرزمین پر ڈرون حملوں کی تعداد میں خطرناک حد تک اضافہ ہوگیا ہے اور فرنٹ لائن اتحادی بننے کی ''برکات'' کے باعث اندرونی خانہ جنگی کی وجہ سے سارا ملک فوجی چھاؤنی کی صورت اختیار کرگیا ہے اور خصوصاً واقعہ ایبٹ آباد اور مہمند ایجنسی کی فوجی چیک پوسٹ پر نیٹو کے حالیہ شرمناک وافسوس ناک تازہ حملے نے تو پاکستان کے برائے نام دفاع کا بھانڈا بھی پھوڑ دیا ہے۔ اور گیارہ سال تک کفار کی خوشنودی کے حصول کیلئے اپنے

ہی ہزاروں ہم وطنوں کا خون کرانے اور ستر ارب ڈالر کا نقصان برداشت کرنے کے باوجود بھی آج پاکستان پر امریکہ و نیٹو نہ صرف براہ راست حملے کررہے ہیں بلکہ اپنی تمام ناکامیوں اور شکست کا ملبہ بھی پاکستان پر پھینک رہے ہیں۔ اگر ۲ مئی کے واقعے کے بعد پاکستان نام نہاد عالمی کولیشن سے باہر ہوجاتا تو یہ حالیہ واقعہ ظہور پذیر نہ ہوتا اور امریکہ فوراً ہی افغانستان سے بھاگنے کی تیاری کرتا۔ لیکن اس کیلئے ایمان کی قوت و دولت ہونی چاہیے' جو بدقسمتی سے ہمارے رئیس حکمرانوں اور جرنیلوں کے پاس نہیں۔ اب پاکستان نے امریکہ کے خلاف کچھ رسمی اور موسمی وعارضی کاروائی کا اعلان کیا ہے۔ لیکن جواب میں امریکی انتظامیہ کی پے درپے دھمکیوں پر ہمارا بزدلانہ کردار مزید کئی سوالات کو جنم دے رہا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی دعوت پر ملک کی کچھ ہمدرد اور محب وطن جماعتیں اس قدر تشویشناک صورتحال پر سر جوڑ کر بیٹھ گئیں کہ اگر حالات اسی نہج پر حکمرانوں کے باعث جاتے رہے اور اس کے تدارک کیلئے فوری طور پر خوابِ غفلت سے نہ جاگے گئے تو کہیں خدانخواستہ ملک کا وجود ہی نہ کھو بیٹھیں ___ الحمدللہ یہ کوشش چونکہ اخلاص پر مبنی تھی اس لئے اب تک اس کی کوششیں بہرحال غنیمت' گھٹن اور غلامی کی فضا میں ہوا کا ایک تازہ جھونکا اور آزادی کی ایک کرن دکھائی دے رہی ہیں۔ دفاع پاکستان لاہور کا تاسیسی اجلاس بھرپور کامیاب رہا اور اکثر و بیشتر رہنماؤں' جماعتوں اور تمام مکاتب فکر' مسالک حتیٰ کے اقلیتوں نے بھی اس میں بھرپور شرکت کی۔ نہیں کی تو اُن بڑی پارٹیوں نے نہیں کی جنہیں دفاع پاکستان کے بجائے دفاع امریکہ زیادہ عزیز ہے۔ اور جن کا ہر قدم اُس کی جنبشِ اَبرو اور اس کے نازک تیوروں اور شاہی فرمانوں کے مطابق اٹھتا ہے۔ ان مادر فروشوں کو پاکستان کے تحفظ واستحکام و بقاء سے کیا سروکار؟ اسکی تازہ مثال پیپلز پارٹی کے سفیر حسین حقانی کے میمو کا حالیہ واقعہ اس کا چشم دید گواہ ہے کہ پیپلز پارٹی اور آصف علی زرداری ٹولے کے پاکستان اور اسکے اداروں کے کیا عزائم ہیں۔ ہمیں امریکہ سے زیادہ اندرونی سطح پر ان لوگوں سے پاکستان کو مزید بچانا ہے کیونکہ انکے شرمناک کردار اور غلامانہ طرزِ حکومت نے تو میر جعفر اور میر صادق کی ارواح خبیثہ کو بھی شرما دیا ہے۔ چنانچہ ان حالات میں دفاع پاکستان پلیٹ فارم کی ضرورت واہمیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس طرح اس پلیٹ فارم سے بعض دینی جماعتیں بھی شرکت سے کترا رہی ہیں کہ انہیں دفاع پاکستان سے زیادہ دفاع جمہوریت و زرداری حکومت عزیز ہے۔ ___ بہرحال دفاع پاکستان کے کاروان حریت کو گردوپیش کے چھوٹے موٹے واقعات سے صرف نظر کرتے ہوئے وطن کی حقیقی آزادی کیلئے آگے بڑھنا چاہیے اور اپنی جدوجہد اور اس پلیٹ فارم کو مزید وسیع کرنا چاہیے گو کہ اس کے خلاف ہر ممکن سازشیں ہورہی ہیں۔ خصوصاً نام نہاد آزاد الیکٹرانک میڈیا میں اس کی تشہیر اور اس کی ہر قسم کی کاروائیوں پر مکمل پابندی عائد کی گئی ہے۔ بھرپور کوریج اور ریکارڈنگ کرانے کے باوجود کسی قسم کی چھوٹی سی چھوٹی خبر بھی جان بوجھ کر چینلو نشر نہیں کررہے۔ صرف اور صرف ملک وملت اور اسکے نظریات واساس کی حفاظت مقصود ہے اور امریکی غلامی سے چھٹکارا اور اسکی جانب سے آئے روز ممکنہ بڑھتے ہوئے خطرات کیلئے سدِ سکندری تیار کرنا ہے۔

وطن کی فکر کر ناداں قیامت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی دارالعلوم آمد اور تاریخی مکتوبات (مشاہیر) کی تقریب رونمائی میں شرکت

دیدہ و دل فراش راہ

فخر اسلام، نابغہ روزگار، عظیم محقق، عالمی دانشور، ادیب بے بدل، شاعر، مورخ، مسافر ہفت اقلیم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی ۱۵ رنومبر ۲۰۱۱ء کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور ہمیں بھرپور عزت افزائی، اخلاص ومحبت سے نوازا۔ حضرت مولانا مدظلہ عرصہ دراز کے بعد اس بار دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ ورنہ ان کی پیہم شفقتوں، لازوال محبتوں اور نیک تمناؤں سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا گلشن وقتاً فوقتاً مہکتا رہتا تھا۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اور حضرت والد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا دیرینہ اخلاص ومحبت کا تعلق پچاس برس سے زائد کا ہے۔ اور ان دونوں حضرات کے باہمی خلوص ومحبت پر ان کے درمیان ہونے والی مکاتبت کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک سطر شاہد وعدل ہیں۔ چنانچہ ان تاریخی مکتوبات کی تقریب رونمائی کے سلسلے میں آپ یہاں اکوڑہ خٹک دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور اپنی بے پناہ مصروفیات اور قیمتی اوقات میں سے دو دن اور ایک رات یہاں اکوڑہ خٹک میں اساتذہ اور علماء کے درمیان رہ کر ہمارے غریب خانے کو رونق بخشی۔ اور اس دوران ہونے والی یادگار علمی وادبی مجلسوں میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ اور حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کی یادگار علمی، ادبی صحبتیں اور اخلاص ومحبت سے بھرپور گفتگو ہم جیسے طالب علموں کے لئے ایک یادگار موقع فراہم کیا۔ (ان پاکیزہ مجلسوں کی رپورٹ ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں تفصیل سے نذر قارئین کی جائیگی۔)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی ہمہ گیر اور باکمال شخصیت عصر حاضر میں اسلام کی ایک ایسی روشن دلیل اور واضح برہان ہے جس کی ضیاپاشیوں سے نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری دنیا کی علمی، ادبی، تحقیقی دنیا اکتساب فیض حاصل کررہی ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ جہاں دینی حلقوں اور مدارس اسلامیہ کا سرمایہ افتخار ہیں وہیں عالم عرب اور خصوصاً مغربی تعلیمی تحقیقی ادارے بھی آپ کی بے پناہ خدمات کے نہ صرف معترف ہیں بلکہ اپنے اپنے اداروں میں گاہے گاہے آپ کو بڑی عزت افتخار کے ساتھ کسب کمال کے حصول کیلئے دعوت دیتے رہتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے دین ودنیا کے اکثر علوم وفنون نہ صرف حاصل کئے بلکہ اس میں کمال وامامت کا درجہ حاصل کیا۔ آج شاید ہی کوئی ایسا دین کا شعبہ ہو جس میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے علم وفضل کے علم نہ لہرائے ہوں۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ العزیز بانی دارالعلوم کراچی کا بھی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ خصوصی تعلق رہا ہے۔

چنانچہ اشتراک کار وافکار اور پچاس سالہ دیرینہ علمی وروحانی ہم آہنگی کی بناء پر آج دار العلوم حقانیہ بھی اکثر وبیشتر فقہی ودیگر جدید پیش آمدہ مسائل میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی رائے کو زیادہ صائب سمجھتا ہے۔ دوسری جانب سے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی علمی، سیاسی، دینی اور خصوصاً ان کی عظیم تاریخی کاوش کے نہ صرف قدرداں ہیں بلکہ انہوں نے دار العلوم حقانیہ اور حضرت مولانا مدظلہ کے متعلق یہاں اپنے خطاب میں جن پاکیزہ اور مبارک احساسات وجذبات کا اظہار کیا ہے وہ ان کی وسعتِ ظرفی اور اعلیٰ اخلاق اور مثالی دوستی کا بین ثبوت ہے۔ خدا کرے کہ یہ دیرینہ تعلق آخرت کی منزلوں میں بھی ایک ساتھ رہے۔ امین۔

سعودی ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز کی وفات حسرت آیات

گزشتہ ماہ برادر اسلامی ملک سعودی عربیہ کے ولی عہد جناب شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز طویل بیماری کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم جدید سعودی عرب کے معمار شیخ عبدالعزیزؒ کے باصلاحیت فرزند تھے۔ آپ عمر بھر مملکت سعودیہ عربیہ کی تعمیر وترقی میں اوائل شباب ہی سے کمربستہ تھے۔ مختلف شعبوں اور اداروں کی تعمیر نو آپ ہی کے ہاتھوں پایہ تکمیل تک پہنچی۔ موجودہ سعودی عرب کی ترقی اور اس کے عالمگیر کردار میں اپنے دیگر برادران کے ساتھ دن رات مصروف عمل رہے۔ اپنی خداداد صلاحیت، قابلیت اور اخلاص اور اعلیٰ اخلاق وصفات کی بناء پر آپ ولی عہد کے عہدے پر فائز کئے گئے۔ اور برسوں اپنے برادر اکبر خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کے ہمراہ امور مملکت احسن طور پر انجام دیتے رہے۔ اور مغربی ولادینی ممالک میں اسلامی مراکز کی نشر واشاعت آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ اسی طرح فلاحی اور رفاہی کاموں میں بھی آپ ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ اور اسلامی ممالک کی ترقی وخوشحالی آپ کا نصب العین تھا۔

لیکن عرصہ دراز سے آپ کینسر جیسے موذی مرض کا شکار تھے، لیکن پھر بھی آپ نے اس مرض کو اپنے اوپر مسلط نہ ہونے دیا اور باوجود بیماری کے اپنی سرکاری ذمہ داریاں آخر دم تک نبھاتے رہے۔ لیکن کینسر کا مرض دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا اور آخرکار آپ نے اپنی جان جاں آفریں اور اُس بڑے اور عظیم شہنشاہ خداوند کے سپرد کردی جس کی عظمت وطاقت ہمیشہ قائم ودائم رہے گی۔ اور جس کا اقتدار واختیار بھی ابدالاباد تک رہنے والا ہے۔

ادارہ آل سعود اور خصوصی طور پر خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز، ان کے پسماندگان اور برادر اسلامی مملکت کے عوام سے اس موقع پر دلی تعزیت کرتا ہے۔

فرحمته الله ورضی عنه وارضاه وتغمّده بغفرانه

کرنل معمر قذافی کا زوال

عالم اسلام کے معروف عرب حکمران اور کئی حوالوں سے جانے پہچانے اور کچھ متنازعہ شخصیت کرنل معمر قذافی بھی گزشتہ دنوں حالیہ عرب انقلاب کے لہروں کی نذر اور امریکہ ونیٹو کی دیرینہ ریشہ دوانیوں و مسلح جدوجہد کا نشانہ صدام حسین کی طرح بن گئے۔ قذافی صاحب کی موت پر ملاجلا لوگوں کا ردعمل سامنے آیا۔ تغیر پسند انسانی فطرت اور آزادی افکار کے متلاشی لیبین عوام طویل حکمرانی کے خاتمے پر جہاں خوش نظر آئے وہیں پاکستانی عوام اور خصوصاً افریقہ کے غریب و ترقی پذیر مسلم ممالک میں قذافی کی موت پر دکھ وافسوس کی فضاء چھائی رہی کیونکہ اس غیر متوازن مزاج رہنما میں جہاں خامیاں تھیں وہیں اس کے سینہ میں عالم اسلام کے مسلمانوں کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ ہمیشہ موجزن رہا۔ عالم اسلام کی شیرازہ بندی و یکجہتی اور عربوں کا اتحاد اسکے ابتدائی ادوار میں اس کا مقصدِ حیات رہا' اسی لئے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کیلئے سب سے زیادہ فنڈز کرنل قذافی ہی نے دیئے۔ اسی طرح دیگر کئی مواقع پر بھی کروڑوں کی امداد حکومت پاکستان کیلئے آپ نے جاری کی اور بھٹو کے دورِ حکومت میں پاکستان سے لاکھوں افراد کو روزگار کیلئے لیبیا میں مواقع فراہم کیئے۔ اسی طرح درجنوں افریقی ممالک میں آپ نے گزشتہ دو دہائیوں سے ترقی و تعمیر کا ایک جال بچھا دیا تھا۔ بھوک وافلاس سے نڈھال دور افتادہ افریقی مسلمان بھائیوں کیلئے آپ کسی مسیحا سے کم نہیں تھے کیونکہ لیبیا جو پیٹرول اور دیگر قدرتی وسائل سے لبریز اور مالا مال ملک ہے اس کے ابر سخاوت سے اُن جیسے خشک سالی کے شکار ممالک پر بھی یہ برسوں برستا رہا۔ اسی طرح اس نے امریکہ نیٹو کے خلاف طویل جدوجہد کے بعد عالمی فورم پر ''افریقی یونین '' نام کی ایک فعال تنظیم بھی قائم کی' جو افریقہ کی معدنیات کے حصول کیلئے امریکہ و مغرب کے راستے میں ایک مزاحمتی قوت بن کر ابھری۔ الغرض کرنل قذافی کی داخلی طور پر اسکی بعض پالیسیاں ناپسندیدہ وناگوار تھیں لیکن خارجی سطح پر اس کی پالیسیاں ہمیشہ امریکہ کے خلاف جرات وشجاعت سے بھرپور ہوتیں۔ دوران اقتدار برسوں اس نے عالم اسلام کے سینکڑوں ہزاروں علماء' دانشوروں' صحافیوں کو امریکی پالیسیوں کے خلاف یکجا کر کے بڑے بڑے اجتماعات افریقہ کے مختلف ممالک میں منعقد کرائے۔ اور ڈنکے کی چوٹ پر کھل کر امریکہ اور اس کے حواریوں پر تنقید کی۔ گزشتہ برس اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں کرنل قذافی کی تقریر نے مغرب و امریکہ کے ایوانوں کو ہلا دیا تھا۔ سوئٹزرلینڈ' ناروے' سوئیڈن اور دیگر متعصب عیسائی ممالک کی اسلام اور حضور اقدس ﷺ کے خلاف جاری مہم کے خلاف بھی اس نے ان کی شرارتوں اور خباثتوں پر سب سے زیادہ تنقید کی۔ اور عالم اسلام کے کسی بھی دوسرے رہنما سے زیادہ اس موقع پر احساس ذمہ داری اور جرات اظہار کا مظاہرہ کیا۔ افسوس صد افسوس کہ اس جیسے جہاندیدہ رہنما نے اپنے عوام کے بدلتے تیوروں کو نہ بھانپا اور اپنے ہی عوام کے خلاف مزاحمت شروع کردی۔ امریکہ اور نیٹو شروع دن ہی سے کرنل قذافی کو سزا دینے کے لئے طاق میں بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے پیٹرول سے لبریز ملک پر عراق کی طرح قبضہ جمانے

کے لئے فوری طور پر مسلح جارحیت کا منصوبہ بنایا۔ (سرت میں کرنل قذافی کے قافلے کو بھی نیٹو کے جہازوں ہی نے بمباری کر کے روکنے پر مجبور کیا اور وہیں سے یہ گرفتار ہوا) اور چھ سات مہینوں کی مسلسل بمباری کے ذریعے پورے لیبیا کی سرکاری مشینری، عمارات اور تعمیر و ترقی کے بڑے بڑے منصوبوں کو قصداً ملیامیٹ کر دیا تا کہ دوبارہ اس کی تعمیر کیلئے ٹھیکے مغربی کمپنیوں کو دیئے جائیں۔ کاش کہ قذافی خود ہی عوام کے حق میں دستبردار ہو جاتا اور باعزت کو چہ اقتدار سے رخصت ہو جاتا لیکن بدقسمتی سے عالم اسلام کے حکمرانوں کا یہ وطیرہ ہی نہیں رہا۔ حالانکہ قذافی کے پڑوسی تیونسی صدر زین العابدین کو بھاگنے کا راستہ خود قذافی ہی نے طرابلس سے دیا اسی طرح حسنی مبارک کا انجام بھی قذافی نے دیکھ لیا تھا لیکن پھر بھی اسکی شعور و ادراک کی آنکھ نہ کھلی۔ جس طرح آج شام کے ظالم بشارالاسد، یمن کے سفاک عبداللہ صالح اور پاکستان کے چور و ڈاکو زرداری و گیلانی وغیرہ وغیرہ کی آنکھ کل کے آنے والے طوفانوں کو نہیں دیکھ پا رہی۔ بہر حال زیادہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ قذافی کی موت کا جشن امریکہ اور عیسائی ممالک میں کیوں بڑے دھوم دھام سے منایا گیا؟ اور خود امریکی صدر باراک اوبامہ برطانیہ و فرانس کے اعلیٰ حکمرانوں نے بھی اسے مغرب کے لئے بڑی فتح قرار دیا ہے۔ امریکہ اور مغرب کی اس خوشی کی توجیہہ اُن لوگوں سے ضرور معلوم کرنی چاہیے جو قذافی کی موت کو عالم اسلام کی کامیابی کے لئے بڑی خبر قرار دے رہے ہیں۔ قذافی صاحب میں اگر جذباتیت اور انا کی پرستش اور بے جا ضد کا عنصر نہ ہوتا اور مزاج میں مستقل مزاجی کا عنصر غالب ہوتا تو یقیناً عالم اسلام کے نیم جاں و غلام صفت حکمرانوں کے ڈھیر سے الگ شاہ فیصل شہید کے زندہ جاوید کردار کے بعد آپ کا شمار ہوتا۔ افسوس کہ دنیا بھر کے مظلوم عوام کی مدد اور مطالبات پورے کرنے والا اپنے عوام کے مطالبات پورے کر سکا اور نہ کبھی سمجھ سکا۔ ایک ایسا سپاہی جو امریکہ اور نیٹو کے خلاف ہر محاذ پر ڈٹا رہا لیکن درونِ خانہ کی خلش کا مداوا نہ کر سکا اور نہ یہ محاذ جیت سکا۔ بہر حال قذافی کی موت کی خبر عالم اسلام کیلئے کوئی فتح و نوید کی علامت نہیں۔ لیبین عوام بھی پہلے سے زیادہ خطرات کی زَد میں آ گئے ہیں۔ نیٹو اور امریکہ عراق کی طرح لیبیا کی بھی تقسیم کے فارمولے پر کام کر رہے ہیں اور انہوں نے نئی عبوری کونسل کے اس اعلان پر شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے کہ لیبیا کا نیا منشور اور ماخذ شریعت اسلامی ہوگا۔ اور ابھی سے مغرب میں اسے شدت پسندوں اور القاعدہ سے جڑے ہوئے لوگوں کی حکومت قرار دیا جا رہا ہے۔ خدا نہ کرے کہ ان بیچاروں کیساتھ بھی مصریوں کی طرح کہیں کوئی ہاتھ نہ ہو جائے کہ جس طرح اسلامی انقلاب مصر میں دستک دے کر اور مصریوں کے ہاتھ میں اس کا محمل آنے کے باوجود اسے فوج کے ذریعے دوبارہ امریکہ نے اُچک لیا ہے۔ اور اب دوبارہ سات مہینے بعد مصری بیچارے از سرِ نو آگ و خون کی جدوجہد کا ساماں کرنے کیلئے تحریر چوک میں دار و رسن کو گلے لگا کر حقیقی آزادی کا حق مانگ رہے ہیں۔ خدا کرے کہ قذافی کے بعد لیبیا عالم اسلام کا ایک کامیاب اسلامی ملک بن کر ابھرے اور امریکی اور نیٹو کے عزائم کی تکمیل کا باعث نہ ہو بلکہ انکے عزائم میں کرنل قذافی سے بھی زیادہ بڑھ کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

بھٹو خاندان کی خاتون اول نصرت بھٹو ایک مرقع عبرت

موت کا نشتر ہر ذی روح اور ہر نفس کو چکھنا ہے۔ کیا شاہ اور کیا گدا؟ کیا انس و جن؟ اور کیا مرغ و ماہی؟ سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کی بیوی سابق وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو کی والدہ اور موجودہ صدر پاکستان آصف علی زرداری کی ساس نصرت بھٹو بھی طویل ترین علالت کے بعد گزشتہ دنوں غریب الوطنی میں دبئی کے ایک اسپتال میں ایسی حالت میں انتقال کر گئیں کہ بقول ان کی پوتی فاطمہ بھٹو کہ مرتے وقت انکے پاس خاندان کا کوئی فرد موجود نہ تھا۔ یہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اس قدر سیاسی قدآور شخصیات کے خاندان کی اہم ترین خاتون کو بے یارومددگار وطن سے دور ایک اسپتال میں ایسی حالت میں مرنے کیلئے چھوڑ دیا گیا تھا جہاں اس کا کوئی عزیز و رشتہ دار اسکے پاس نہ تھا اور نہ جا سکتا تھا۔ اس قدر دولت و طاقت کے باوجود دیار غیر میں زندگی کے آخری شب و روز تن تنہا کاٹنا انسان کو بہت کچھ سوچنے کیلئے مجبور کرتا ہے۔ نصرت بھٹو نے عروج و زوال کے کئی ادوار اپنی زندگی میں دیکھے' اقتدار اکثر و بیشتر اس کے گھر کی لونڈی بن کر رہا اور ثروت و شہرت اسکے غلام بن کر اس کی دہلیز کے باہر کھڑے رہے۔ عالمی لیڈر بھٹو کی بیوی کا اعزاز خاتون اول کے لقب کا طمطراق شوہر نامدار کے ساتھ دنیا بھر کے اسفار اور ایوان سیاست و اقتدار کی رانی کی حیثیت اور آزادانہ مغربی بودوباش اختیار کرنے کی وجہ سے ان کا شمار دنیا بھر کی اس وقت کی نمایاں با اثر خواتین میں ہوتا تھا۔ لیکن وقت کا دھارا صدا ایک سا نہیں رہتا اور عروج کا ستارہ عین کمال کے وقت کبھی کبھی ٹوٹ جاتا ہے اور دنیا کی عارضی خوشی و انبساط کے لمحے سطح آب پر اُبھرتے ہوئے پانی کے بلبلے کی مانند جلد ہی ٹوٹ کر گزر جاتے ہیں اور کوچہ اقتدار میں کبھی کبھی سورج شام ڈھلنے سے پہلے ہی زوال ظہر کے وقت ہی کبھی کبھی غروب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نصرت بھٹو بھی بھٹو کی پھانسی کے بعد مشکلات کا شدید شکار ہو گئیں اور ان کی زندگی کی لو کو کم کرنے میں ان پے درپے غموں اور حوادثات کے طوفانوں کا بڑا عمل دخل شامل رہا۔ اور انہوں نے کئی مواقع پر جرات و استقامت کیساتھ حالت کے جبر کا مقابلہ بھی کیا۔ بھٹو کی پھانسی کے بعد ایم آر ڈی کی تحریک میں انکی جدوجہد پاکستان کی سیاسی اور خواتین کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ بعد میں نوجوان بیٹے شاہنواز بھٹو کے قتل اور پھر ان کی امیدوں کا آخری بڑا سہارا میر مرتضٰی بھٹو کا قتل (جبکہ اس کی بہن بے نظیر بھٹو کے اقتدار کا سورج پوری آب و تاب پر تھا) نے ان کی صحت کو بری طرح متاثر کیا پھر بعد میں پیپلز پارٹی کی شریک چیئرپرسن کی حیثیت کے جبری خاتمے کے بعد تو آپ مکمل زندگی سیاست اور پیپلز پارٹی سے کنارہ کش ہو گئیں۔ اور آپ کو بیماری کے باعث بے نظیر بھٹو کے المناک قتل کے بارے میں مرتے دم تک کچھ پتہ نہ چل سکا۔ بہرحال بھٹو خاندان کی تاریخ بھی کسی مغلیہ اور عباسی خاندان کی تاریخ سے ملتی جلتی ہے۔ جہاں رشتوں' ناتوں کو تخت شاہی کے حصول کے لئے مقدم جانا گیا اور اکثر افراد کو بیدردی کے ساتھ قتل کیا گیا یا جیتے جی قید تنہائی میں مرنے کے لئے ڈال دیا گیا۔ ع دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

سابق افغان صدر پروفیسر برہان الدین ربانی کا قتل

گزشتہ دنوں کابل میں سابق افغان صدر امریکی سفارت خانے کے سائے میں ایک بم دھماکہ میں قتل ہوگئے۔ جناب ربانی صاحب افغانستان میں روس کے خلاف کئے گئے جہاد کے وقت ایک قابل شہرت سیاسی و جہادی رہنما تھے۔ جہاد کے دوران یہاں پشاور میں برسوں مقیم رہے اور ایک طویل عرصہ جدوجہد کرکے پاکستان کے تعاون سے تخت کابل پر بلا آخر براجمان ہوئے۔ جہاد کے وقت ہی سے گلبدین حکمت یار صاحب کی آپ سے ہر محاذ پر چپقلش جاری رہی اور بعد میں دونوں گروپوں کی باہمی جنگ وجدل میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اور ہزاروں لاکھوں افراد دونوں گروپوں کی لڑائی میں بے مقصد مارے گئے۔ اور کہنے والے یہاں تک کہہ گئے کہ روس نے افغانستان اور خصوصاً کابل شہر کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا تھا جتنا ان دونوں متحارب گروپوں نے باہمی جنگ و بمباری سے اس کو نقصان پہنچایا۔ جناب ربانی صاحب ایک متواضع، کم گو مگر زیرک اور موقع شناس سیاستدان تھے۔ ہر قسم کے بدلتے حالات میں آپ حالات کے مطابق اپنے نظریات افکار اور خیالات کو تبدیل کرلیتے۔ تحریک طالبان افغانستان نے آپ سمیت تمام جہادی رہنماؤں کے خلاف علَم بغاوت بلند کیا تھا کہ روس کے خلاف جہاد کے ثمرات افغان لیڈر باہمی جنگ اور کرپٹ طرز حکمرانی کے باعث ضائع کررہے ہیں، اسی لئے ربانی صاحب بھی طالبان تحریک کے خلاف ہراول دستہ کے طور پر مرتے دم تک لڑتے رہے اور طالبان کی عداوت میں افغانستان میں امریکہ اور نیٹو کا نہ صرف خیر مقدم کیا بلکہ استعمار کی قائم کردہ کٹھ پتلی حکومت کے انتظام و انصرام میں بھی بھرپور صلاحیتیں صَرف کیں۔ طالبان کے خلاف دس سالہ ہولناک بے مقصد جنگ سے عاجز آکر امریکہ اور کرزئی نے مذاکرات اور امن کی بحالی کے لئے ایک افغان امن جرگہ قائم کیا۔ جس کے سربراہ جناب برہان الدین ربانی کو بنایا گیا۔ لیکن طالبان نے پہلے دن ہی سے جناب ربانی صاحب کو ماننے اور اس کے ساتھ مذاکرات کرنے کو ٹھکرادیا کہ ہمارا اصل فریق تو ربانی صاحب ہیں۔ وہ کیسے صلح اور امن کے علمبردار اور دعویدار بن سکتے ہیں؟ بہرحال ربانی صاحب صلح کی کوششوں کے سلسلوں میں پاکستان بھی ایک دوبار تشریف لائے اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے خصوصی طور پر طالبان سے مذاکرات کے سلسلے میں تعاون کرنے کی اپیل کرتے رہے۔ جناب ربانی صاحب جہادِ افغانستان کے وقت سے ہی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے خصوصی علاقہ رکھتے تھے اور یہاں اکوڑہ درجنوں باردارالعلوم اور ہمارے غریب خانے پر تشریف لاتے رہے۔ لیکن بعد میں امریکہ کے حامی بننے کے بعد باہمی تعلقات کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ابھی حال ہی میں تہران میں ۱۷۔۱۸ ستمبر ۲۰۱۱ء کو منعقدہ کانفرنس میں مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے دوبارہ امن کی کوششوں کے لئے کردار ادا کرنے کیلئے کہتے رہے اور وفات سے چند گھنٹے قبل تہران میں ۱۹ ر ستمبر کی شام کو مولانا سے طویل ملاقات کی، دونوں رات کو تہران سے اپنے اپنے وطن روانہ ہوئے۔ مولانا مدظلہ ۲۰ ر ستمبر کی صبح پشاور اور پروفیسر ربانی صاحب دوپہر کو کابل پہنچے اور تھوڑی دیر بعد سانحہ

پیش آیا اس ملاقات میں بھی اپنی پرانی دوستی اور تعلقات کا بار بار حوالہ دیتے رہے۔ بہرحال امریکہ کی موجودگی میں جناب رہانی صاحب کی کوششیں تمام فریقوں کو کہاں قبول ہوسکتی تھیں؟ بہرحال آخر میں رہانی صاحب کو بھی احساس ہوگیا تھا کہ امریکہ کو طالبان کی مخالفت میں کابل میں براجمان کرانا ٹھیک فیصلہ نہ تھا اسلئے وہ جرگے کے ذریعے طالبان سے مذاکرات ہرصورت کرنا چاہتے تھے لیکن وہ خودسب سے بڑے فریق تھے' ان کا اپنا دامن بھی عمر بھر خون ناحق کے چھینٹوں سے داغدار تھا۔ اسی لئے خود بھی آگ وخون کے کھیل کی نذر ہوگئے۔ اور تاریخ کے اس قبرستان میں دفن ہوگئے جہاں ایسے کرداروں کی قبروں پر نسیان وفنا کی منوں مٹی پڑی رہتی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی حقانیؒ کا سانحہ ارتحال

قرب قیامت کی ایک بڑی علامت علماء نے یہ بھی بتلائی ہے کہ زمین نیک اور صالح بندگانِ خدا سے خالی کرا دی جائے گی۔ اس کا مشاہدہ ان دنوں اہل پاکستان آئے روز کرتے رہتے ہیں۔ کوئی ہفتہ' کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا جس میں علم وعرفان کا کوئی نہ کوئی ستارہ نہ غروب ہوتا ہو۔ دینی وعلمی دنیا کو تو صفِ ماتم اٹھانے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ایک کے بعد دوسرا حادثہ۔ دستِ اجل غموں کے جام کے جام مسلمانانِ پاکستان کو پلا رہا ہے۔ شوریدگی اور پیہم حوادث کے باعث دینی حلقوں اور علماء' طلباء کے قلب اور سَر پھٹتے چلے جارہے ہیں۔

صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں　　　شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش

اسی سلسلے کا ایک تازہ حادثہ پاکستان اور بلوچستان کے نامور بزرگ عالم دین' نامور سیاسی لیڈر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی نوراللہ مرقدہ کا رایکسیڈنٹ کا واقعہ ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مرحوم درس بخاری کے الوداعی درس کے سلسلے میں مدرسے جارہے تھے کہ ایک تیز رفتار اور بے قابو گاڑی انکی گاڑی سے ٹکرا گئی اور موقع پر ہی تین چار افراد حضرت مولاناؒ کے ہمراہ حادثے کا شکار ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولاناؒ اسی دن ظہر کو حج پر تشریف لے جارہے تھے۔ بہرحال خدا حضرتؒ کو بہشت بریں پہنچانا چاہتے تھے وہ اپنے بندوں کے حق میں بہتر فیصلے کرتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالغنیؒ ایک جامع الصفات اور باصلاحیت بزرگ عالم دین تھے' زندگی بھر درس وتدریس اور قال اللہ قال الرسول کی خدمت میں صَرف کئے۔ اس کیساتھ ساتھ خلقِ خدا کی خدمت بھی اپنے اکابرین کی طرح کرتے رہے۔ بلوچستان سے قومی اسمبلی کے رکن بھی منتخب ہوئے۔ اور اپنے عوام اور علاقہ کی بھرپور خدمت بھی کی۔ لیکن بعد میں آپ اس بات کے قائل ہوگئے تھے کہ سیاست ان کا اصل میدان نہیں بلکہ اسلام کی خدمت اور تدریس زیادہ افضل اور باعث خیر کام ہے۔ حضرتؒ دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی فضلاء میں سے تھے۔ اور حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے اولین معتمد اور خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ دارالعلوم حقانیہ میں ان کے رفع درجات کیلئے ایصال ثواب کیا گیا۔

رپورٹ : مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

دارالعلوم حقانیہ میں ایک تاریخی کتاب
''مکاتیب مشاہیر'' کی تقریب رونمائی
ایک علمی، روحانی، ادبی روح پرور تقریب کا آنکھوں دیکھا حال

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ۔

حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب کا خطاب

برصغیر کی دارالعلوم دیوبند کے بعد آزاد اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ایوان شریعت (دارالحدیث ہال) میں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی نئی تاریخی تصنیف ''مشاہیر'' کے حوالے سے ایک عظیم الشان تقریب رونمائی منعقد ہوئی، جس کے مہمانِ خصوصی شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کراچی سے تشریف لائے تھے۔ ۱۵رنومبر بروز منگل صبح ہی سے والہین ومحبین اور مخلصین ومعتقدین سے اکوڑہ خٹک کی سڑکیں اور گلیاں دارالعلوم حقانیہ کی طرف بہنے لگیں۔ صبح دس بجے تک ایوانِ شریعت (دارالحدیث ہال) اور دارالعلوم کے احاطے سامعین وحاضرین سے کھچا کھچ بھر گئے تھے دارالحدیث ہال اور گیلریوں کو اپنی وسعتوں کے باوصف تنگ دامنی کی شکایت تھی۔ ''زین المحافل'' کی تقریب رونمائی کے بعد اس طرح کا یہ دوسرا بڑا اجتماع تھا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا عبدالقیوم حقانی سرانجام دے رہے تھے۔ علماء وزعما اور مشائخ واکابر کثیر تعداد میں سٹیج پر رونق افروز تھے۔ حضرات شیخین (مولانا سمیع الحق اور مولانا مفتی تقی عثمانی) کا اجتماع گاہ تشریف لانے کا منظر دیدنی تھا، حاضرین اور شرکاء کے جوشِ محبت نے عجیب سماں باندھا۔ دونوں حضرات کا فلک شگاف نعروں سے شاندار استقبال کیا گیا، سٹیج پر تین کرسیاں لگی ہوئی تھیں، ایک کرسی پر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق، دوسرے پر شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی، تیسرے پر شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی تشریف فرما ہوئے۔

تلاوت کے بعد مولانا حقانی صاحب نے فرمایا: ''حضرات مشائخ، محدثین، معلمین اور زعماء قوم وملت کثیر

تعداد میں تشریف فرما ہیں آج کے تاریخی اجتماع کے مہمانِ خصوصی شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی ہیں .... ۔

گرقدم رنجہ کنی جانب کاشانہ ما رشکِ فردوس شود از قدمت خانہ ما

اور آج کی تقریب کا خصوصی موضوع شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی تازہ علمی، ادبی، تحقیقی اور عظیم تاریخی دستاویز ''مکاتیبِ مشاہیر بنام حضرت مولانا عبدالحقؒ اور مکاتیب مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق'' ہے جو پون صدی پر مشتمل دنیا بھر کے علماء، مشائخ، محدثین، قائدین، زعماء، سیاست دان، حکمران، وزرائے اعظم، اہل علم، ادباء اور رہنمایانِ قوم وملت کے مکاتیب کا عظیم تاریخی مجموعہ ہے۔ جس کی پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں، دو ضخیم جلدیں پریس میں ہیں آج شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کے تشریف لانے پر مشاہیر کی تقریب رونمائی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق کے استقبالیہ کلمات:

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب نائب صدر وفاق المدارس العربیہ ملتان نے اپنے خطاب میں فرمایا :

اللہ تعالیٰ کا اس نعمت پر ہم جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے اللہ جل جلالہ نے آج بین الاقوامی شخصیت جو علمی وادبی، جدید اور قدیم علوم کا انسائیکلو پیڈیا اور جامع ہستی ہیں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو ان کی تشریف آوری سے نوازا گیا ہے، جس پر ہم ان کا اور اللہ جل جلالہ کے بے انتہاء شکر گزار ہیں، اس سے قبل بھی اکابر علماء، مشائخ اور زعماء نے دارالعلوم حقانیہ کو تشریف آوری سے نوازا۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کئی بار دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے رہے، کئی کئی روز یہیں ٹھہرے رہتے۔ ایک دفعہ بہت بڑے مجمع میں فرمایا'' کہ مجھے یہاں آکر بے پناہ خوشی اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک برصغیر پاک وہند کا دیوبند ثانی ہے۔''

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو برصغیر پاک وہند کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ صرف قدیم علوم میں ان کا نام نہیں، جدید علوم، معاشیات، اقتصادیات کے بین الاقوامی ماہر، بڑے بڑے اسلامی بینکوں کے ڈائریکٹر اور چیئرمین ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا بظاہر کمزور سا جسم ہے لیکن ان کی رگ رگ میں علم وعرفان بھرا ہوا ہے اور ان کا قد آسمان کو چھو رہا ہے۔

میرا وفاق المدارس کے امتحانات کے سلسلے میں آٹھ آٹھ، دس دس دن تک دارالعلوم کراچی میں قیام رہتا ہے وہاں پر ان کا جو سلسلہ علم، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف رواں دواں ہے وہ بھی علم وعرفان کا بڑا ایک چشمہ ہے۔ دارالعلوم حقانیہ سے بھی ایک دنیا سیراب ہو رہی ہے، الحمد للہ وہاں بھی حضرت شیخ الاسلام باقاعدگی سے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، فقہ وافتاء اور پھر دنیا کے مختلف ملکوں میں اپنے علوم کو پھیلانا، بینکوں کو مشورے دینا یہ انہی کا خاصہ ہے، ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ. اسی سلسلہ فروغ علم وادب کی ایک کڑی شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی مکاتیب ''مشاہیر'' ہے جو (۵۰۰۰) سے زائد مکاتیب پر مشتمل ہے، لکھنے والوں کے حالات زندگی،

ضروری توضیحات ،تعارف ،سوانحی خاکے اور حاشیے اس پر مستزاد ہیں۔مکاتیب کے حوالے سے عالمِ اسلام کا یہ سب سے بڑا مجموعہ ہے، میں نے تو اتنا عظیم ذخیرہ مشاہیر کے خطوط کا کہیں نہیں دیکھا اور نہ سنا۔تقریب کے دوران جامعہ حقانیہ کے فاضل حضرت مولانا رشید احمد نے منظوم فصیح و بلیغ عربی استقبالیہ پڑھا جس میں مہمان خصوصی کے ساتھ ساتھ جامعہ حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب و دیگر اساتذہ کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

سابق سینیٹر مولانا قاری محمد عبداللہ حقانی بنوی :

سابق سینیٹر حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ حقانی بنوی نے فرمایا (حضرت قاری صاحب ہی اصل میں اس تقریب کے انعقاد کے محرک تھے' ان کا اصرار تھا کہ اس کی تقاریب جگہ جگہ اور شہر شہر ہونی چاہیئں ۔کتاب کی اشاعت اور تدوین کے دوران بھی ان کا فرطِ جذبات اور بے چینی و بے قراری سے کتاب کی اشاعت کا انتظار اس علمی انحطاط کے دور میں قابلِ تحسین ہے۔) جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کا ''مشاہیر'' کی ترتیب واشاعت تاریخ کا ایک لازوال کارنامہ ہے، اکابر علماء دیوبند کے علمی ،تصنیفی ،تالیفی ادبی اور اشاعتی کارناموں کا ایک تسلسل ہے،انہوں نے کہا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے امت کے اربابِ علم کی خدمت میں صرف ایک مصنف ،صرف ایک مؤرخ ،صرف ایک زعیمِ قوم وملت کسی ایک شیخ و بزرگ کی تحریر اور پیغام پر اکتفانہیں کیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہزار سے زائد سیاسی زعما،علماء ،مشائخ ،ادیبوں ،دانشوروں اور مصنفین کے پیغامات ،مشن اوران کی تعلیمات وہدایات کا نچوڑ ہے،گویا مکاتیب مشاہیر کے مصنفین کی تعداد پانچ سو سے بھی زائد ہے جنہیں مولانا سمیع الحق صاحب نے حسنِ سلیقہ سے ایک کتاب میں جمع کر کے علوم و معارف کے حسین ''مرقع'' کی صورت میں امت کے حضور پیش کر دیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد صاحب (ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سنٹر پشاور یونیورسٹی)

پشاور کے معروف کالم نگار' تجزیہ نگار و محقق شیخ زید اسلامک سنٹر کے ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد نے اپنے خطاب میں فرمایا : دارالعلوم حقانیہ صرف برصغیر پاک وہند ہی میں نہیں بلکہ عالمِ اسلام میں دارالعلوم دیوبند کے بعد ایک خاص پہچان اور ایک خاص امتیاز رکھتا ہے جب تک یہ دنیا قائم رہے گی ان شاء اللہ! ہمارے یہ ادارے اور دارالعلوم قائم رہیں گے۔اقبال جب قرطبہ کی جامع مسجد میں گئے اور وہاں دو رکعت نفل نماز پڑھنے کے بعد نظم لکھی اس نظم کے دو اشعار پڑھنے آیا ہوں...........

ہسپانیہ تُو خون مسلمان کا امین ہے مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشان ہیں خاموش اذانیں ہیں تیری بادِ سحر میں

میں سمجھتا ہوں کہ اگر میری حقیر سی آواز فضاؤں میں جہاں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کی مبارک آواز اب بھی محفوظ ہے ،میری سعادت ہوگی اگر میری آواز بھی ان کے ساتھ اس فضا میں محفوظ ہو جائے ،مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں اکثر لوگ

جاتے ہیں، احقر کو بھی اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تھا کئی بار موقع دیا، نماز کے بعد لوگ اذکار میں مشغول ہو جاتے تھے تو میں مدینہ طیبہ کی گلیوں سے نکل کر احد کے پہاڑوں میں پھرا کرتا تھا اور رات کو مدینہ طیبہ کے مسجد کے نیچے نہیں اوپر چھت پر جایا کرتا تھا اور یہ تصور کر کے کہ پروردگار تو وہی ہیں آسمان تو وہی ہے، فضا بھی وہی ہے، ان فضاؤں کو ان تاروں کو جناب رسول اللہ ﷺ کی مبارک نظروں نے بھی دیکھا ہوگا یقین جانیئے میں مبالغہ کے بغیر بات کرتا ہوں کہ میں جب آرہا تھا تو اس خطہ کے عظیم مجاہد حضرت حاجی محمد امین صاحب ترنگزئی" کا شعر بے اختیار کئی بار زبان پر آیا کہ .... ؎

زړ کيږه ستړی لګوه د قدم لاره نه ده حضرت ېری ايخی قدمونه دومره خواره

میں یہاں جامعہ دارالعلوم حقانیہ آرہا تھا تو یہی سوچ رہا تھا کیسے جاؤں گا، کیسے کھڑا ہوں گا اور کیسے بات کروں گا۔

اکبر الہ آبادی نے اقبال کو آم کی پیٹی بھیجی تھی انہوں نے وصول کر کے یہ شعر لکھا .... ؎

یہ تیرا اعجاز مسیحائی ہے اکبر کہ لنگڑا الہ آباد سے چلا اور لاہور پہنچا

یہ علمائے کرام کی مسیحائی ہے مولانا عبدالحق" کے خاک پاک کا صدقہ اور آپ لوگوں کی محبت ہے کہ مجھ جیسے انسان کو یہاں بات کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

سبکتگین" جب آخری عمر میں محمود غزنوی کو آگے بڑھانا چاہتے تھے، اپنے جانشین کے طور پر محمود غزنوی" شہزادے تھے انہوں نے بہت خوبصورت بات فرمائی اپنے والد گرامی سے عرض کیا: "آپ باغ کی سیر کیجئے، افتتاح کیجئے، بہت خوبصورت باغ تھا، سبکتگین" نے سیر و تفریح کے بعد اپنے بیٹے کو تخلیے میں لے جا کر کہا کہ بہت خوبصورت باغ ہے مگر کل تجھے میں ایک خوبصورت باغ دکھاؤں گا جو میں نے بنوایا ہے کل صبح نماز کے بعد وہ اسے ایک مدرسے میں لے گئے اس مدرسے میں اساتذہ کرام، طلبہ قرآن و حدیث کا درس پڑھ رہے تھے، میں صبح صبح یونیورسٹی میں سیرت کی کلاس لیتا ہوں تو طلبہ سے کہتا ہوں کہ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو علی الصباح صبح کی نماز کے بعد درسِ قرآن دیتے ہیں، پڑھتے ہیں یا جناب رسول اللہ ﷺ کے احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ پڑھتے ہیں اور بقول شاعر ...... ؎

بوقت صبح جب خورشید منہ دکھاتا ہے کوئی حرم کو کوئی میکدے کو جاتا ہے

تو میں جو اپنے دل سے پوچھتا ہوں تو کدھر کو جاتا ہے۔

بوقت صبح ہر شخص بہ کاروبار روند بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

ہم تو بلاکشانِ محبت ہیں اس لئے ایسی درسگاہوں کی طرف کھنچ کر چلے جاتے ہیں میرے لئے اس عظیم الشان درسگاہ میں قدم رکھنا اور حاضری دینے کا پہلا موقع ہے۔ آپ میں ہر کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اتنے تھوڑے سے فاصلے کے باوجود اب تک کیوں نہیں آئے اللہ گواہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق" کے بارے میں اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کے بارے میں اور اس ادارے کے بارے میں اور اس ادارے کے عظیم طلبہ کے بارے میں جو مستقبل کے حوالے سے دین

وملت کے رکھوالے ہیں میری دل میں یہ سوز تھا کہ جا کر ملاقات کروں۔

میں مولانا سمیع الحق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ''مشاہیر'' کی پانچ جلدیں مولانا راشد الحق صاحب کے ذریعہ مجھے بھجوائیں کہ میں اس پر تبصرہ لکھوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے دیکھ کر میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے میں کالم لکھتا ہوں ''آوازِ دوست'' کے نام سے آپ میں بہت سارے حضرات نے شاید پڑھا ہوگا لیکن میں بہت مشکل میں تھا کہ کالم تو چھوٹا سا ہوتا ہے اور یہ سمندر کو کوزے میں بند کرنا نہیں سات سمندروں کو کوزے میں بند کرنا پڑ رہا ہے، اب سات سمندروں کو کوزے میں بند کرنا مجھ ناچیز کے لئے بڑا مشکل تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چند جملے لکھے وہ جملے ان کو اچھے لگے اور یہ سبیل بنی کہ آج آپ کے سامنے کھڑا ہوں جہاں تک مشاہیر کا تعلق ہے برصغیر پاک وہند میں میری تحقیق کے مطابق جو سب سے پہلے خطوط چھپے ہیں حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات تھے، میں سمجھتا ہوں کہ ''مشاہیر'' سے ان خطوط کی تجدید ہوگئی ہے جن میں سات سمندر بند ہیں، علوم کی بھی اور تاریخ کی بھی، مولانا سمیع الحق صاحب نے اپنے والد گرامی، اپنے نام اور ادارے کے نام جو خطوط جس اہتمام سے محفوظ رکھے ہیں حقیقت یہ ہے یہ اسی علم کی برکتیں ہیں آج اتنے خطوط کو محفوظ رکھنا، ترتیب دینا، عنوانات لگانا، حواشی لکھنا اور پھر اسے شائع کرنا دل گردے کا کام ہے، اور یہ ایسے ہی شخصیات اور اداروں کا کام ہے میں ایسے ہی موقع پر جب عقیدت ومحبت بہت زیادہ ہو اور وقت کم ہو دو تین شعر سناتا ہوں.........۔

یا رب شبِ وصال کو اتنا دراز کر تا حشر مسجدوں میں اذانِ سحر نہ ہو

اور پھر چونکہ یہ تو ممکن نہیں تھا تو ایک دوسرے شاعر نے کہا ....۔

شبِ وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا

اس کتاب ''مشاہیر'' کے حوالے سے میں خود بھی ایک مہم چلا رہا ہوں، جہاں تک میری آواز پہنچتی ہے جہاں تک میرا قلم کام کرتا ہے میں لکھونگا میں بولوں گا تاکہ ہر گھر میں، ہر لائبریری میں، ہر شخص کے پاس، ہر صاحب ذوق کے پاس، ہر صاحب قلم کے پاس اور ہر صاحب علم کے پاس یہ کتاب پہنچ جائے۔ اسلئے کہ ہم سارے کتاب خواں ہیں بقول رحمان بابا ۔

زوړند سر په مطالعه د کتاب خوښ يم چه د يار د خدوخال نښې په کښې وی

حضرت مولانا سید عدنان کاکاخیل (معروف دانشور اور جرأتمند خطیب):

مولانا عدنان کاکاخیل صاحب (جامعۃ الرشید کراچی) حضرت مولانا عزیر گلؒ اسیر مالٹا، حضرت مولانا عبدالحق نافعؒ (مدرس دارالعلوم دیوبند) اور حضرت مولانا عبداللہ کاکاخیلؒ کے خانوادہ کے گلِ سرسبد ہیں۔ کتاب کی تقریب کے حوالے سے مولانا بھی کافی پرجوش محرک رہے ہیں۔ ''ضرب مومن'' اور روزنامہ ''اسلام'' میں مشاہیر کے متعلق کالمز بھی لکھ چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا :

اس وقت میری اور آپ کی ایک سی کیفیت ہے، دو تین باتیں عرض کروں گا "مشاہیر" کے حوالے سے ایک ضروری بات یہ ہے۔ ہماری مہمان شخصیت حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ سے ایک گزارش کروں گا اور ایک اس ادارہ کے حوالے سے۔ جامعہ دار العلوم حقانیہ کے فضلاء اور یہاں سے منسلک طلبہ جو یہاں بیٹھے ہیں مجھے بھی حقانیہ میں حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ سے تفسیر پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے، حضرت سے یہاں پڑھنے کے دوران شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مجھ سے مسلسل فرمایا کرتے کہ کچھ نہ کچھ لکھا کرو، یہاں دورۂ تفسیر پڑھنے کے بعد میں یہاں سے تو چلا گیا مگر یہاں پڑھنے کی وجہ سے میں بھی اس ادارے کا ایک فرد اور فارغ التحصیل ہوں اور حقانی کہلانے کا حق رکھتا ہوں کیونکہ حدیث پڑھنے والے فضلاء اگر حقانی کہلا سکتے ہیں تو یہاں دورۂ تفسیر قرآن پڑھنے والے تو بدرجۂ اولیٰ حقانی ہیں۔ جامعہ دار العلوم حقانیہ کا امتیاز و اختصاص یہ ہے کہ پاکستان میں موجود بعض جامعات ایسی ہونگی جن سے پڑھنے والے فضلاء جادۂ اعتدال سے منحرف ہوئے ہوں گے مگر اس خطہ اور مختلف ممالک میں جہاں کہیں حقانیہ کے فضلاء ہیں وہ "حق" کا استعارہ بن چکے ہیں۔ جو کہے کہ میں دار العلوم حقانیہ کا فاضل ہوں تو اسکے بارے میں پورے اطمینان کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حق کی جماعت کا فرد ہے۔

حق: حقانی فضلاء کا امتیازی وصف ہے:

مختصر سا واقعہ آپ کو سناؤں۔ چند دن پہلے میرے پاس اسلامی یونیورسٹی کے چند طلباء آئے اور انہوں نے کہا کہ داعی کے بارے میں اور کچھ مسائل کے بارے میں ان کے شکوک وشبہات ہیں کہ یہ باتیں ہمیں ایک مدرسے کے فاضل نے کی ہیں جو یونیورسٹی میں ہمارے ساتھ پڑھتے ہیں اور پی ایچ ڈی کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ حقانیہ کے فاضل ہیں۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ یہ باتیں حقانیہ کا فاضل کیسے کہ سکتا ہے میں نے کہا: آپ تحقیق کرلیں یہ دار العلوم حقانیہ کا فاضل نہیں ہوگا۔ میں نے دوبارہ ان طلباء کو بلایا تو واقعی معلوم ہوا کہ وہ دار العلوم حقانیہ کے فاضل نہیں تھے۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں۔ یہ حقانیہ کا خصوصی امتیاز ہے کہ جہاں حقانیہ کے فضلاء پہنچے ہیں وہاں دیوبندیت کی صحیح تعبیر کررہے ہیں۔ حقانیہ دیوبندیت کا نشان ہے اور حقانیہ نے اس اختصاص کو بلاکم وکاست پون صدی سے قائم رکھا ہے اللہ کرے کہ ہمیشہ کے لئے یہ اختصاص قائم رہے۔

دوسری بات کتاب "مشاہیر" کے حوالے سے عرض کروں کہ کتاب "مشاہیر" کے ساتھ مجھے ایک اور ذاتی تعلق بھی ہے میرے خاندان کے بزرگوں، میرے والد صاحب، میرے دادا جان حضرت مولانا عزیر گلؒ، حضرت مولانا نافع گلؒ کے خطوط بھی اس میں شامل ہیں، ہمارے خاندان کا ان کے ساتھ جو تعلق ہے میں نے لکھا بھی ہے ایک کالم کے اندر خانوادۂ حضرت مولانا عزیر گلؒ اور خانوادہ حقانی کے محبت ومودت کا جو تعلق پون صدی سے ہے تو میرا ذاتی تعلق

بھی ان سے قائم ہے، مگر اردو میں سیر و سوانح کے کتابوں کا پڑھنا مجھے بچپن سے شغف رہا ہے، اردو زبان میں چھپنے والا مواد شاید سارا میری نظر سے گزر چکا ہے، اس کتاب کی خصوصیت علماء اور طلباء پر واضح کردوں کہ اس میں آپ کو وہ سوانحی اشارے ملیں گے جو شاید آپ کو ان حضرات کی لکھی ہوئی مطبوعہ یا خودنوشت سوانح میں نہیں ملیں گی۔ خطوط نویسی ایک عجیب بے تکلف چیز ہے ان خطوط کے بہت بڑی بڑی شخصیتیں کاتب ہیں، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب تشریف فرما ہیں، وہ مولانا سمیع الحق صاحب کو خطوط لکھ رہے تھے تو انہوں نے سوچا بھی نہیں ہوگا یہ خطوط کبھی شائع بھی ہوں گے۔ آج وہ چھپے ہیں تو خطوط میں ایک عجیب بے تکلفی کا رنگ لئے ہوئے ہیں، بہت ساری دلچسپ چیزیں جمع ہوگئی ہیں بلکہ اکابر و مشائخ پر لکھے گئے اور لکھے جانے والی سوغات کیلئے تمہ اور اہم ماخذ کا کام دیں گی۔

تیسری بات جو میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اقبال کی طرف ایک قول منسوب ہے۔ ایک موقع پر انہوں نے فرمایا تھا کہ ہر اعتدال پسند مسلمان کا نام دیوبندی ہے آج ہمارے بزرگوں میں سے وہ شخصیات جن کی تحریر، جن کی تقریر، جن کی شخصیت جن کا موقف شرعی مسائل میں، سیاسی مسائل میں، جن کو دیکھ کر اعتدال کی تصویر سامنے آتی ہے، جسے دیکھ کر یقین آتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کا یہ طرز اور طریقہ رہا ہے وہ شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ذات ہے آپ ان کے باتوں کو گوش دل سے سنیں اور اسے اپنے لئے لائحہ عمل بنائیں۔

حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب :

جمعیۃ علماء اسلام (س) کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی لاہور نے فرمایا :

مجھے کچھ نہیں کہنا تھا لیکن حکم کی تعمیل کے لئے کھڑا ہوگیا ہوں۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ایک مکتب فکر کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا حکومت سے کہ ہمارے فلاں بزرگ کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا جائے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا: ''حکومتوں سے مطالبے کر کے کسی کیلئے شیخ الاسلام کا لقب لینے سے کوئی شخصیت شیخ الاسلام نہیں بنتی، میں تو اسے شیخ الاسلام سمجھوں گا جو ''فتح الملہم'' کی تکمیل کرے فتح الملہم شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی مسلم شریف کی شرح ہے جو مکمل نہ ہوسکی اور آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس کی تکمیل کا یہ اعزاز شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کو حاصل ہوا۔ انہوں نے فتح الملہم کی تکمیل کی اور فرق قائم رکھا کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے جتنا کام کیا تھا وہ تو فتح الملہم کے نام سے شائع ہورہا ہے اور جو تکمیل فرمائی شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے وہ تکملہ فتح الملہم کے نام سے شائع کیا جارہا ہے، تو میں کہنا چاہتا ہوں ،میرے پاس تمہیدی کلمات نہیں مختصر الفاظ میں یہی کہوں گا کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے دو میدانوں میں کام کیا ایک علمی میدان اور دوسرا سیاسی میدان، تو انکے علمی کام کے وارث شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

ہیں، سیاسی میدان کے وارث شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ہیں۔ جنہوں نے قرار دادِ مقاصد اور پارلیمنٹ کے اندر اور باہر پاکستان میں شریعت کے نفاذ اور مقاصد پاکستان کے حصول و تکمیل کیلئے ایک طویل جدوجہد کی۔ نفاذِ شریعت کا بل پیش کیا اور جمعیۃ علماء اسلام کے نظریاتی تشخص کو بچانے کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ جو میرے قائد ہیں، میرے مربی ہیں اور میں انہیں قائد ملت اسلامیہ کہتا ہوں...... میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کو مکاتیب مشاہیر کے اشاعت پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جامعہ دارالعلوم حقانیہ جو ہمارا مرکز ہے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کو خوش آمدید کہنا بھی میرے فرائض میں شامل ہے میں انکا خیر مقدم کرتا ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم:

میرے انتہائی واجب الاحترام علمائے کرام، میرے طالب علم بھائیو! میرے بھائی حضرت مولانا انوار الحق صاحب نے بہت اچھے انداز میں میری نیابت کی اور آپ کی خدمت میں کلمات ترحیب کہے، اس کے بعد میں کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھ رہا۔ "مکاتیب مشاہیر" کے بارے میں بہت ساری باتیں ہوئی ہیں، اور اس کی تعریف و تعارف کرایا گیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عظیم ذخیرہ مرتب ہوا، اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ "مشاہیر" ایک ایسی علمی چیز ہے جس کے ذریعے ہم آپ کو آپ کے اکابر سے متعارف کرانا چاہتے ہیں آج ہمارے مدارس میں ہمارے طلبہ، ہمارے علماء کی اپنے عظیم، جلیل القدر علماء کے حالات، ان کے علوم و معارف سے وابستگی کم ہوگئی ہے حالانکہ یہ ہمارے درس اور نصاب کا ایک بڑا حصہ ہونا چاہئے تھا۔ ہماری تاریخ کیا ہے؟ ہمارے اکابر کون تھے؟ تو "مشاہیر" کے ذریعے پورے برصغیر پاک و ہند کے اور اکابر و زعماء، مشائخ و علماء اور اکابرین تصوف اور مجاہدین کی تحریریں سامنے آگئی ہیں۔ جس سے آپ کے لئے ان کی پہچان کا ایک دروازہ کھلتا ہے۔ میں نے تحریروں میں کوئی رد و بدل نہیں کیا۔ ہمارے پشتو کے بڑے بڑے حضرات علماء وہ خط پشتو میں لکھتے تھے اگر اردو میں لکھتے، تو وہ بھی گلابی اردو ہوتی تھی تو ہم نے اس میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس لئے کہ اصل خط میں اخلاص و للّٰہیت کے آثار جھلکتے ہیں۔ "ہر چہ از دل می خیزد بر دل می ریزد" اس کو ہم نے اپنے اضافوں اور ردّ و بدل سے داغدار نہیں بنایا، ان میں ہر ایک خط کا نمونہ آپ کو ملے گا۔ مجاہدین کا بھی، مبلغین کا بھی، مدرسین کا بھی، مقصد میرا یہی ہے کہ آپ کسی نہ کسی بہانے ان اکابر سے وابستہ ہوجائیں، ان سے تعلق اور علمی رشتے قائم کریں، ہمارا نظام تعلیم ان ہی رشتوں اور تعلق پر چل رہا ہے، جسے سند کہا جاتا ہے اور سند کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے اکابر کے تسلسل سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہیں۔ کتنے اکابر ہیں؟ جن کے نام سے بھی ہم ناواقف ہیں۔ مثلاً حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ کون تھے؟ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنیؒ کون تھے؟ کتنے لوگوں کو پتہ ہے کہ علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا

شمس الحق افغانیؒ، علامہ قاری محمد طیب قاسمیؒ، علامہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ کون تھے؟ یہ تو معروف لوگ تھے ایسے سینکڑوں لوگ ہیں جن سے آپ واقف نہیں ہیں؟ تو میرا کام صرف جمع کرنے کا تھا چونکہ میں مکتوب الیہ ہوں، اصل کمال کاتب کا ہے، الحمدللہ! اللہ نے ''مشاہیر'' کی ضخیم جلدوں میں انہیں جمع کرنے کی توفیق دی اور پانچ جلدوں کے علاوہ مزید دو جلدیں مکمل ہوگئی ہیں یہ بھی کل پرسوں پریس چلی جائیں گی۔ جن میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ سنٹرل ایشیا، عالمِ عرب، ایران، افریقہ اور مغرب و مشرقِ بعید مغرب' امریکہ اور یورپی ممالک' ان تمام ممالک پر مشتمل ایک جلد ہے اور میرے لئے سب سے اہم حصہ ساتویں جلد ہے جو مکمل ہوگئی ہے۔ اس کا تعلق افغانستان سے ہے، اس میں افغانستان کے تمام مشاہیر مولانا محمد یونس خالص حقانیؒ، مولانا جلال الدین حقانی، مولانا ابراہیم جان مجددی شہیدؒ، ربانی، حکمت یار گلبدین، مولانا مجددی، انجینئر حکمت یار، مولانا محمد نبی محمدیؒ، استاد سیاف وغیرہ اور جو تمام اکابرینِ جہاد ہیں ان کے ساتھ کوئی نہ کوئی ربط و تعلق اور وابستگی ضرور ہے۔ اس کے بعد طالبان کی تحریک شروع ہوئی، طالبان سے وابستگی کہیں نہ کہیں قائم رہی ہے۔ عالم کفر کو معلوم ہے، دارالعلوم حقانیہ کا طالبان سے کیا تعلق ہے؟ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ حقانیہ طالبانِ افغانستان کی مادرِ علمی ہے، عالمِ کفر نے جب طالبان حکومت پر یلغار کر کے انہیں ختم کرنا چاہا تو بعض مغربی مبصرین کہنے لگے کہ ''سانپ تو مر گیا لیکن سانپ کی ماں ابھی باقی ہے'' وہ اس کو کبھار سمجھتے ہیں تو اس لحاظ سے جہاد افغانستان میں ابتداء سے لے کر اب تک دارالعلوم حقانیہ کا بڑا عظیم تعلق رہا ہے اور ہماری حفاظت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تو اس ساتویں جلد میں جہادِ افغانستان اور تحریکِ طالبان کا بہت سا حصہ آگیا ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اتنا بڑا جہاد جو (۳۲) سال سے جاری ہے اور میں اس کو ''ام المعارک'' سمجھتا ہوں، پورا عالمِ کفر اس جہاد کے خلاف ہمارا حریف ہے، ان کا ایسا اتفاق کہیں بھی نہیں ہوا تھا، اور اس طرح جنگ احزاب میں ہوا تھا کہ پورا عالم کفر جمع ہوگیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و خوار کر کے رسوا کیا، اس کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ عالمِ کفر جمع ہوا ہے، امریکہ بھی، روس بھی، یہودی بھی، عیسائی بھی اور کمیونسٹ بھی اور مشرکین ہندوستان بھی۔ ان کے درمیان آپس میں ہزاروں اختلافات ہیں، جھگڑے ہیں لیکن تمام جھگڑوں کو ختم کر کے اس جہاد کے خلاف وہ سب ایک ہیں۔ میں ابتداء سے مجاہدین سے کہہ رہا ہوں کہ اپنی تاریخ بھی تو کچھ مرتب کرو۔ (۳۲) سال سے جہاد ہو رہا ہے کوئی ایک چیز تو جمع ہو۔ صحابہ کرامؓ سے سبق لو، ان کے ہاں نہ فون تھے، نہ ریڈیو اور نہ کوئی اور ذریعہ، اس کے باوجود انہوں نے ہر چیز محفوظ کی، صرف ''فتوح الشام'' دیکھیں، اور ہر روز اس سے سبق حاصل کریں، صحابہؓ کے مشاغل و مصروفیات سنیں، بایں ہمہ وہ نبی کریم ﷺ کی ہر ہر ادا و انداز اور ان کے ایک ایک بول کو محفوظ کرتے رہے اور ان جہادوں کے ایک ایک خدوخال اور چھوٹی سی چھوٹی باتیں محفوظ کرتے رہیں جو ''مغازی'' اور فتوحات کے نام سے مرتب

ومدون ہیں۔اس سے آگے چل کر بہت سبق حاصل ہوتا ہے۔

سینکڑوں کتابیں صحابہ کرامؓ کے غزوات کے بارے میں مرتب ہوگئی ہیں (۳۲) سال سے جو جہاد جاری ہے، امریکیوں اور روسیوں کو شکست فاش دی۔ ہے۔ میں نے روس سے جہاد کے وقت سینکڑوں طلباء سے میدان کارزار کی رپورٹیں لکھوا تا رہتا جو اس وقت ''الحق'' میں چھپ جاتیں۔اس جہاد پر سینکڑوں جلدیں محفوظ ہونی چاہئیں، تاریخ کا حصہ آئندہ نسل کو منتقل ہوگا، یہ ہمارے افغانی بھائی اور پٹھان قلم کے معاملے میں بہت پیچھے ہیں، تلوار کے معاملے میں سب سے آگے ہیں، الحمد للہ! امریکہ کو بھگا دیا، قلم و کتاب کے بارے میں مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مولانا شیر علی شاہ صاحب اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو اپنا آئیڈیل بنائیں، محنت کریں، صلاحیتیں پیدا کریں، کل بھی میں نے کہا تھا اور آج پھر زور دے کر کہہ رہا ہوں کہ آپ بہت بڑے عظیم امتحان میں ہیں، اس امت کی بقا اور تشخص کا تحفظ آپ کی ذمہ داری ہے، کافر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ علماءِ امت کے محافظ بن سکتے ہیں یہی چوکیدار بن سکتے ہیں باقی سب چور ہیں وہ کسی اور کو چوکیدار نہیں سمجھتے۔سیاستدان سب ان کی جھولی میں ہیں، یونیورسٹی کالج کا سرمایہ ان کے پاس ہے اور ان کے ساتھ ہے۔آپ کے تمام وسائل ان کے ہاتھ میں ہیں، آپ کا تمام اسلحہ ان کے قبضے میں ہے، ایٹم بم بنایا گیا ہے لیکن وہ ایٹم بم کس کام کا؟ جس نے ہمیں خطروں میں ڈال دیا ہے اور جس کی حفاظت بھی ہم نہیں کر سکتے۔ایٹم بم ہماری حفاظت نہیں کر رہا۔کافر سمجھتا ہے کہ امت محمدیہ کے بقاء، تحفظ اور دفاع کی جنگ کس نے لڑی ہے؟ اور کون لڑ رہا ہے تو سارے کافر اکٹھے ہوگئے، علماء ومجاہدین کے خلاف۔آپ ہی کو ''دہشت گرد'' کہا جا رہا ہے، تو تم نے اپنی ذمہ داریاں محفوظ کرنی اور جاری رکھنی ہیں، طالب علمی کے دور میں اپنے اندر تمام صلاحیتیں پیدا کرنی ہیں جس کی آپ کو آگے ضرورت پڑے گی۔یاد رکھیں! ہم نے اصل جنگ علمی میدان میں لڑنی ہے چونکہ ان کا سارا میڈیا ہمارے دین کے تشخص کو مسخ کر رہا ہے اس نے اسلام کو ''دہشت گردی'' کے نام سے ایک گالی بنا دیا ہے تو اب ہم نے علم کے میدان میں دلائل وحجت کے میدان میں ان کو قائل کرنا ہوگا، اس پروپیگنڈا کا جواب زرداری نہیں دے گا، وزیراعظم نہیں دے گا سیاستدان نہیں دے گا وہ سب مغرب کے پٹھو ہیں، اس ملک کو آپ بچائیں گے کہ حقانیتِ اسلام کیا ہے؟ جہاد کیا ہے؟ یہ عائلی قوانین کیا ہیں؟ یہ میراث کیا ہے؟ قانونِ شہادت کیا ہے؟ اسلام کی حقانیت کا علم بلند کرنا ہے۔اب آپ کو عالمِ اسلام کی آخری سرحدوں تک حفاظت کرنی ہے جہاں لوگوں کو محبت سے، مکالمہ سے سمجھانا ہوگا، اسلام دہشت گردی کا مذہب نہیں ہے، اسلام ہمیں ''بلغ ما انزل الیک'' کا سبق دیتا ہے، آپ نے مکمل تیاری کرنی ہے، مستقبل میں آپ دنیا بھر اور یورپ میں اگر جائیں گے تو ان کے مکالموں میں بھی شریک ہوں گے تو ان کی غلط باتوں کا جواب نہایت حکمت وبصیرت سے دینا ہوگا تو اس کے لئے علمی اور مطالعاتی بصیرت وبصارت چاہیے۔

آخر میں میری ایک گزارش یہ بھی ہے کہ مجھے بار بار شیخ الحدیث کہا جا رہا ہے، خدا کی قسم میں شیخ الحدیث کہنے

سے ناراض ہوتا ہوں، یہ مبارک وعظیم لفظ اس ناکارہ کیلئے مناسب نہیں، آئندہ کوئی شخص مجھے شیخ الحدیث نہ کہے، میری سب سے یہی درخواست ہے اپنے نام کے ساتھ یہ القابات دیکھ کر شرم اور حیا محسوس کرتا ہوں۔ یہ مبارک الفاظ ہمارے اکابرین ومشائخ کے ساتھ سجتے تھے اور انہی کے صحیح شایان شان معلوم ہوتے تھے۔ بہرحال میں اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شکر گزار ہوں کہ ہم جیسے گنہگار طالبعلموں سے کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا کام لے رہا ہے۔ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے ساتھ میرا تعلق بڑا پرانا ہے اور ان سے ملاقات پر مجھے مسیحا وخضر کی ملاقات سے بھی زیادہ خوشی محسوس ہوتی ہے، اسی طرح مولانا شیر علی شاہ صاحب اور ہم سب اب جا رہے ہیں اور بجھتے ہوئے چراغ ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ان حضرات کے علم وفضل کی روشنی قیامت تک جاری رہے اور اب اس روشنی کو تم طالب علموں نے قائم ودائم وفروزاں رکھنا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العلمین.

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا خطاب:

ایک طرف میرے لئے بہت عظیم سعادت کا موقع ہے۔ اس کیساتھ ساتھ مجھے اپنے دل میں بڑی شرمندگی بھی محسوس ہورہی ہے، سعادت اس بات پر کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مبارک موقع پر، مبارک محفل میں حاضری کی توفیق عطاء فرمائی اور شرمندگی دو وجہ سے، ایک یہ کہ مجھے دارالعلوم حقانیہ میں مہمان خصوصی قرار دیا جارہا ہے اور میرے لئے ضیف اور مہمان کا لفظ بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ میرا اپنا ادارہ ہے: حقیقت تو یہ ہے کہ میں دارالعلوم حقانیہ میں نہ پہلے مہمان تھا نہ آج مہمان ہوں، یہ میرا اپنا ادارہ ہے اور یہاں میں نے بطور مہمان آنا کبھی پسند نہیں کیا، اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے درجات بلند فرمائیں کہ ہمیشہ اتنا پیار دیتے بلکہ اپنے ایک بیٹے کے طور پر شفقت فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ان کے خدمت میں حاضر ہونے کی توفیق عطاء فرمائی۔ اور شرمندگی اس بات پر ہے کہ مجھے اس ادارے میں حاضر ہوئے اتنا طویل عرصہ گزر گیا کہ یہاں کے لوگ اب مجھے مہمان قرار دینے لگے ہیں۔ میں اپنی اس کوتاہی، اپنی غلطی اور بلکہ اگر یہ کہوں کہ اپنے اس گناہ کا اقرار واعتراف کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ مہینوں کا بلکہ سالوں کا بھٹکا ہوا بھی اگر کسی دن واپس آجائے تو اسکی توبہ قبول کرلی جاتی ہے۔ امید ہے کہ آپ حضرات بھی مجھ سے درگزر فرمائیں گے اور اب آئندہ مجھے یہاں مہمان کی حیثیت سے نہیں بلائیں گے۔

نورِ علم کی خوشبو: اللہ تعالیٰ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو صرف پورے ہند میں نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں عظیم مقام عطا فرمایا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی سنت، ان کی سیرت، ان کے اخلاق، ان کے کردار کو اپنی زندگیوں میں لانے کی توفیق عطا فرمائیں، وہ اس ادارے کے بانی بھی تھے، شیخ الحدیث بھی اور روح

رواں بھی، ابھی پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد صاحب بتارہے تھے کہ سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ آوازیں فنا نہیں ہوتیں خلا میں محفوظ رہتی ہیں، حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بزرگوں کے انفاسِ قدسیہ فضاؤں کے اندر محفوظ رہتے ہیں اوران کی مہک قیامت تک باقی رہتی ہے، لہٰذا اس مبارک دارالعلوم حقانیہ میں آکر ان انفاسِ قدسیہ کی مہک سے ہم جیسے بے شعور انسان بھی لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ایک نور ہے، علم کا نور اور علم کی خوشبو ہے جو حقانیہ کے درودیوار سے مہکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔

مولانا سمیع الحق کو سبقت کا شرف حاصل ہے : دوسری وجہ یہ ہے کہ مجھ ناچیز سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کی جارہی ہیں اور بڑے بڑے القابات اختیار کئے گئے حالانکہ مولانا سمیع الحق ہر معاملے میں میرے پیش رو ہیں ،وہ ہر معاملے میں مجھ پر سبقت لئے ہوئے ہیں انہوں نے ''الحق'' جاری کیا تو ان کے بعد ''البلاغ'' جاری کیا گیا اور انہی کی اقتداء کی، یہ میرے پیش رو بھی ہیں، محسن بھی بلکہ میرے رہبر ورہنما بھی۔''مکاتیب'' کے حوالے سے آج پھر یہ سبقت لے گئے ہیں۔ایک اور سبقت یہ بھی ہے کہ جو بات میں یہاں کہنا چاہتا تھا وہ انہوں نے پہلے کہہ دی اور یہ بات میرے لئے اب کہنی مشکل ہورہی ہے انہوں نے کہا کہ آئندہ کوئی مجھے شیخ الحدیث نہ کہے اپنی تواضع کی بنا پر انہوں نے یہ بات فرمائی، میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا اور بڑے بڑے اجتماعات میں، میں نے یہ بات کہی بھی ہے کہ ''شیخ الاسلام'' کا لفظ جو بہت بڑا معزز لفظ ہے مجھ جیسے بے علم انسان کیلئے یہ لفظ استعمال کرنا اس لفظ کی توہین ہے۔میں نے اپنے ہاں دارالعلوم میں ممانعت کی ہوئی ہے کہ کسی بھی جلسے میں، کسی تقریر میں، کسی بھی تحریر میں یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے اگر کوئی کرتا ہے تو میں اس سے باز پرس کرتا ہوں، یہ القابات شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کیلئے سجتے تھے۔حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کیلئے سجتے تھے، ہم جیسے لوگوں کیلئے اگر یہ الفاظ استعمال کئے جائیں گے تو یہ مبتذل ہوجائیں گے اور یہ ان القابات کے اصل مصداق کی توہین ہے۔

''مکاتیب'' کی ترتیب واشاعت مستقل صنفِ تالیف ہے : یہ محفل دراصل ''مشاہیر'' کی تقریب رونمائی کے لئے منعقد ہورہی ہے میں بہت پہلے حاضر ہونا چاہتا تھا مگر مولانا سمیع الحق سے ہمارا جو پرانا تعلق ہے بلکہ میں یہ لفظ استعمال کروں شاید حدود سے تجاوز نہ ہو کہ جو ہمارا یارانہ رہا ہے اُس دَور کی بھی تجدید ہوجائے، ذہن میں یہ نہیں تھا کہ اتنا بڑا اجتماع ہوگا اور اتنی بڑی تقریب ہوگی لیکن یہ ہر معاملے میں میرے پیش رو ہیں اور میرے رہبر ورہنما ہیں۔انہوں نے یہ تقریب منعقد فرمائی اور یہ اعزاز مجھے بخشا کہ اتنی عظیم کتاب جو انہوں نے مرتب کی اس کی تقریب رونمائی بھی اسی موقع پر منعقد کرلی تاکہ مجھے اس سعادت میں شریک کرادیں۔

اس کتاب ''مشاہیر'' کے متعلق سب سے پہلے حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب نے مجھے مطلع کیا کہ وہ کتاب آرہی ہے حالانکہ اس سے قبل ایک مرتبہ مولانا سمیع الحق صاحب مجھ سے ذکر فرماچکے تھے کہ ''مکاتیب'' مرتب

ہورہے ہیں اور میں نے ان سے نہایت عاجزانہ درخواست کی تھی کہ خطوط مرتب کریں مگر اس میں ٹاٹ (میرے خطوط) کا کوئی پیوند نہ لگے، مرتب ہوکر کتاب آگئی اور مولانا سمیع الحق نے کمال مہربانی کی کہ مجھے بھی ارسال فرمائی جس کے لئے میں شدت سے منتظر تھا یقین جانئے، کتاب کو دیکھ کر الحمدللہ مسرت وسرور اور کیف اور لطف کا یہ عالم ہوا کہ میں ہمیشہ اپنی مصروفیات میں لگا رہتا ہوں' تاہم جو کتاب اچھی لگتی ہے تو اس کو سرہانے رکھ کر پڑھتا ہوں چونکہ مصروفیات میں بمشکل اتنا وقت نکلتا ہے کہ میں بشوق اس کتاب کو پڑھ سکوں۔

''لیکن جب یہ کتاب ''مشاہیر'' آئی اور سرہانے رکھی تھوڑی سی ورق گردانی کی تو اس کتاب کو پڑھتے پڑھتے قیلولہ بھی اس کی نذر ہوگیا جسے میں اپنے لئے ''واجب'' سمجھتا ہوں، ظہر سے لے کر عصر تک کوئی اور کام نہ کرسکا اور کئی دن اسی کتاب میں ڈوبا رہا اور باقی ضروری کاموں کا خیال تک نہ آیا، یوں تو دنیا میں مکاتیب بہت مرتب کئے گئے ہیں اور ہر زبان میں مرتب ہوئے یہ مستقل صنف تالیف ہے، فلاں بزرگ کے مکاتیب، فلاں بزرگ کے مکاتیب، لیکن وہ کسی ایک شخصیت کے متعلق ہوتے ہیں وہ شخصیت یا تو سیاسی شخصیت ہوتی ہے اس نے سیاسی انداز میں مکاتیب لکھے ہوتے ہیں، یا صوفیائے کرام کے خطوط ہوتے ہیں جو تصوف کے اسرار ورموز پر مشتمل ہوتے ہیں، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مکاتیب اسی قسم کے مکاتیب پر مشتمل ہیں جن میں تصوف کے اعلیٰ اسرار ورموز پائے جاتے ہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ''تربیت السالک'' ہے اسی انداز کے مکتوبات پر مشتمل ہے، بلکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکاتیب جو ان سب کے پیش رو ہیں وہ تصوف کے اعلیٰ ترین مباحث پر مشتمل ہیں۔ یا کوئی ادیب ہوتا ہے تو وہ اپنے ادبی ذوق کی تسکین کیلئے کسی کو خط لکھتا ہے، بعض اوقات وہ خط فرضی بھی ہوتے ہیں لیکن مقصود اس کا ادبی ذوق کی تسکین ہے جیسے ''غبار خاطر'' اس کا اعلیٰ ترین شاہکار ہے''۔

''مکاتیب مشاہیر'' پون صدی کی تاریخ پر مشتمل ہے: لیکن کم از کم ...... ''میرے علم اور میرے ناقص مطالعے کے اندر کسی زبان میں مثلاً فارسی، اردو، عربی، انگریزی اور دیگر جتنی زبانیں میں جانتا ہوں اسمیں کوئی ایسی کتاب مجھے یاد نہیں آرہی جسمیں اتنی بڑی تعداد کے علماء، دانشور، اولیاء، صوفیاء، اہل قلم اور سیاست دانوں بلکہ مختلف الجہت لوگوں کے مکاتیب کو جمع کیا گیا ہو، میری دانست میں، میرے علم کے حد تک کوئی ایسی کتاب اس سے قبل نہیں آئی''۔

اور لوگ کہیں گے کہ اس سے فائدہ کیا؟۔ مولانا سمیع الحق نے جو اس کے آغاز میں پیش لفظ لکھا ہے اس کو ذرا غور سے پڑھیں اور اس کے اندر آپ کو نظر آئے گا کہ اس پیش لفظ میں مکتوبات کی تاریخ بھی ہے، مکتوبات کا مقصود اور اس سے جو نفع پڑھنے والا حاصل کرسکتا ہے اس کا بیان بھی ہے۔

''الحمدللہ! یہ اعزاز مولانا سمیع الحق کو حاصل ہوا کہ انہوں نے برصغیر کے سینکڑوں بڑے مشاہیر کی تحریروں کا ایک بڑا مجموعہ اپنے خاص ذوق کے ساتھ مرتب فرمایا جس میں، ہم جیسے طالب علموں کیلئے ایک سبق تو یہ ہے کہ اس سے تحریر

کا اور مضمون نگاری کا ایک سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔علاوہ ازیں یہ مکاتیب پون صدی کی تاریخ پر مشتمل ہیں۔سیاسی تاریخ، علمی اورادبی تاریخ،ثقافتی تاریخ،اور معاشرتی تاریخ مکاتیب سے جگہ جگہ چھلک رہی ہے اور جہاں جہاں کوئی پوشیدگی ہے تو مولانا نے اپنے تعلیقات وحواشی کے ذریعے بہت خوبصورت اور مختصر انداز میں اس کا مطلب واضح کر دیا ہے''۔

اس میں صرف تاریخ ہی نہیں بلکہ علماء کرام اور زعماء ملت کے درمیان باہمی تعلقات پر روشنی پڑیگی اور اس میں بہت بڑا سبق جسکی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے اکابر علماء جنکے الحمدللہ ہم نام لیوا ہیں انکے مذاق اور مزاج مختلف تھے۔بعض امور میں ان کے خیالات میں بھی اختلاف رہا ہے۔ ع	ہر گلے را رنگ بوئے دیگر است

اختلاف مذاق ومزاج کی پاسداری : ان مکاتیب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اختلاف مزاج ومذاق کے انہوں نے اس اختلاف مزاج ومذاق کو کس طرح حدود میں رکھا اور ان حدود کی کس طرح پاسداری فرمائی۔ان کے اختلاف مزاج ومذاق اور پھر اس کے حدود کے اندر رہ کر پاسداری سے بھی ہمیں زندگی میں ایک سبق حاصل ہوتا ہے۔

''اس قدر عظیم کتاب کی تیاری پر مجھے حیرت بھی ہوتی ہے میں بے ڈھنگا آدمی ہوں، میں مولانا سمیع الحق کی طرح مکاتیب محفوظ رکھنے کا اہتمام نہ کرسکا۔آج مجھے شدید افسوس ہورہا ہے کہ اب مولانا کے جو خطوط میرے نام تھے وہ ابھی تک میرے کاغذات کے جنگل میں ہیں، میں ان کو نکال نہیں پایا،لیکن مولانا سمیع الحق نے جس عرق ریزی کے ساتھ ان کو محفوظ رکھا، نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ان کو تالیف فرمایا،عمدہ طور پر مرتب فرمایا،ان پر حواشی لکھے،عنوانات لگائے اور ہمارے لئے معلومات کا ایک بہت بڑا گلدستہ تیار فرمایا۔اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں،ان کے علم میں،ان کے کاموں میں برکات پیہم عطاء فرمائیں اور اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائیں''۔

علوم نبوی کے طلبہ کیلئے خصوصی ہدایات : دوسری گزارش طلبہ سے! میں خود بھی ایک طالب علم ہوں لیکن ''الدین النصیحہ'' کے تحت چند کلمات کہوں گا میں تو خود اس کی اہلیت نہیں رکھتا لیکن اپنے بزرگوں سے جو بات ملی ہے اسی کو آپ کے سامنے رکھوں گا وہ یہ کہ الحمدللہ! آپ حضرات علم کی طلب میں لگے ہوئے ہیں، کامیابی کیلئے اپنے آپ کو پہلے حقیقی طالب علم بنانا ہے، اپنے اندر علم کی طلب پیدا کرنا ہے، اگر ہمارے اندر علم کی طلب نہیں تو مادۂ اشتقاق ہی مفقود ہے تو علم کہاں سے آئے گا۔اپنے اندر طلب پیدا کرنے کی ضرورت ہے آج ہمارے ماحول میں یہ طلب ختم ہوتی جارہی ہے، والد محترم ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم وہ نہیں جو صرف داخلے کیلئے اپنا نام رجسٹر میں درج کرائے فرمایا طالب علم وہ ہے جس کی زبان پر ہر وقت کوئی نہ کوئی سوال ہو یا جس کو علم کی دھن لگی ہوئی ہو۔والدِ محترم فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں ''ملاحسن'' کا سبق پڑھ رہا تھا عبارت حل نہیں ہورہی تھی تو میں اٹھ کر ''دارالحدیث'' گیا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے حل کراؤں گا تو حضرت ''دارالحدیث'' میں نہیں تھے، حضرت کشمیریؒ دارالحدیث یا گھر میں نہ ہوتے تو کتب خانہ میں تشریف فرما ہوتے، مطالعہ فرماتے، میں سیدھا کتب خانے پہنچا

تو حضرت علامہ صاحبؒ نے فرمایا ہاں کیوں بھئی ''ملا مختصر''! والد صاحب چھوٹے قد و قامت کے تھے تو علامہ صاحب انہیں محبت سے ملا مختصر کہا کرتے تھے والد صاحب نے فرمایا ملا حسن پڑھاتے ہوئے ایک اشکال ہوا ہے اجازت ہو تو کتاب لے کر حاضر ہو جاؤں، علامہ صاحب نے فرمایا ہاں! عبارت پڑھو والد صاحب نے عبارت پڑھی، عبارت جب پوری کی تو علامہ صاحبؒ نے فرمایا: آپ کو یہاں یہ اشکال ہوا ہوگا، اشکال بھی خود متعین فرمایا اور اس کا یہ جواب ہے جاؤ۔ ملا حسن پتہ نہیں پڑھاتے ہوئے کتنا زمانہ ہوا ہوگا لیکن اشکال بھی خود متعین فرمایا اور جواب بھی ارشاد فرمایا یہ تھا حافظہ اور شوقِ علم۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا ذوقِ مطالعہ : حضرت والد صاحب فرماتے: کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ بیمار تھے، ایک مرتبہ رات کو خبر پھیل گئی کہ علامہ صاحب وفات پا گئے ہیں، صبح کی نماز پڑھ کر ہم لوگ سیدھا حضرت علامہ کے گھر گئے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ مرتضٰی حسنؒ تھے اور میں تھا وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ الحمدللہ حیات ہیں جب داخل ہوئے تو علامہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں چونکہ اندھیرا تھا جھک کر کتاب پڑھ رہے تھے۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حضرت شاہ صاحب سے فرمایا، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت شاہ صاحب کے شاگرد تو نہیں تھے البتہ ان کا احترام اساتذہ جیسا کرتے تھے۔ حضرت! اس بیماری میں آپ نے کونسے مسائل حل کرنے ہیں ساری عمر کتاب سے جڑے رہے اب اس بیماری میں کتاب پر جھکے ہوئے ہو، فرمایا کیا کروں یہ مطالعہ بھی تو ایک روگ ہے۔

حرصِ علم کا دلچسپ واقعہ : پھر ایک روز بعد خبر آئی کہ وفات پا گئے، حضرت مولانا عبدالفتاح ابو غدہؒ ہی نے ایک کتاب میں اپنے ایک استاد کے بارے میں لکھا ہے کہ بالکل ایسے وقت میں تھے کہ انتقال ہونے والا تھا میں حاضر ہوا تو ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے میں نے کہا حضرت یہ کیا؟ فرمایا: میں اس وقت تک دنیا سے رخصت نہیں ہونا چاہتا جب تک میں فلاں حدیث کی تحقیق نہ کر لوں، طلب، جب علم کی طلب پیدا ہوتی ہے اسکی دھن لگ جاتی ہے تو انسان کو کسی اور چیز پر اتنا حرص نہیں آتا جتنا طلب علم پر آتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں طالب علم بننے کی توفیق عطا فرمائیں، علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم ہے بمعنی دانستن یعنی جاننا، کوئی بھی مسئلہ جان لینا، قرآن کریم کی تفسیر جان لینا، کسی حدیث کو جان لینا، لیکن وہ علم کس کام کا جو انسان کو ایمان جیسی دولت بھی عطا نہ کرے۔

علم وہ ہے جس پر عمل کیا جائے : دوسری حقیقتِ علم ہے یہ ''حقیقتِ علم'' وہ علم ہے جو دانستن کے ساتھ ساتھ عمل کرائے، یہ علم وہ علم ہے جو علم کہلانے کا مستحق ہے۔ ہمارے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں جب یہودیوں کا ذکر کرتے ہیں، اولاً آیت میں ان کے لئے علم کا اثبات کیا گیا ہے اور آخر آیت میں اس کی نفی کی گئی ہے

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ...... وَلَبِئْسَ مَاشَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ، بظاہر تعارض ہے دونوں میں، پہلے علم کا اثبات ہے پھر علم کی نفی ہے فرمایا: اوائل میں جس علم کا اثبات ہے وہ بمعنی دانستن کے ہے اور جس علم کی نفی ہے وہ حقیقتِ علم کی ہے۔ حقیقتِ علم وہ ہے جس علم پر انسان عمل کرے، حقیقت علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔

ایک بہت بڑے بزرگ تشریف لے جارہے تھے کہ کسی نے کہا یا فقیہ! تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد اس نے کہا حضرت! میں آپ کو کہہ رہا ہوں، انہوں نے فرمایا: اما رأیت فقیها قط انما الفقیه الزاهد عن الدنیا الراغب فی الاخرة (کیا تم نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا ہے؟ فقیہ وہ ہوتا ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو اور آخرت کا رغبت رکھنے والا ہو، جو علم کی حقیقت اور علم کی روح ہے، وہ در حقیقت علم پر عمل ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو علم صحابہ کرامؓ کو عطا فرمایا کہ یعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم، کتاب کی تعلیم، حکمت کی تعلیم اور اس کے بعد تزکیہ۔ اگر شوقِ طلبِ علم ہے اور علم کے ساتھ دل میں مال کی محبت بھی گھسی ہوئی ہے اور پھر مال کی خاطر اپنے زندگی کے فیصلے کر رہا ہے یا علم تو ہے مگر شہرت کی دھن لگی ہوئی ہے اور پھر اپنے زندگی کے فیصلے شہرت کی وجہ سے کر رہا ہے، علم تو ہے مگر اللہ تعالیٰ کے رضا کی بجائے مخلوق کی رضا مقصود ہے تاکہ مخلوق راضی ہو جائے تو پھر وہ علم نہیں ہے وہ جہل ہے۔

شیخ الہندؒ عبدیت اور فنائیت کا ایک نمونہ: حضرت شیخ الہندؒ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ ایک جگہ مدرس ہوئے تو وہاں معقولات کے بہت بڑے شناور قسم کے علماء موجود تھے، اس زمانے میں یہ تھا کہ معقولات ہی علم سمجھا جاتا تھا قرآن وحدیث کے علم کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی تھی، داعی و منتظمِ جلسہ نے فرمایا، میں اپنے اساتذہ میں کسی شیخ کو بلاؤں اور انکو دکھاؤں کہ یہ حضرات علماء دیوبند جس طرح قرآن وحدیث کے علوم کے ماہر ہیں تو اس طرح معقولات کے بھی شناور اور امام ہیں۔ چنانچہ شیخ الہند کو دعوت دی اور مقصد یہ تھا کہ یہاں جو معقولات کے علماء ہیں ان کو دکھاؤں اور شیخ الہندؒ کو بتایا بھی کہ حضرت اگر مناسب ہو تو اس موضوع پر بھی بات ہو، داعی فرماتے ہیں کہ شیخ الہندؒ نے تقریر شروع کی اور میری خواہش تھی کہ وہ لوگ بھی آئیں جو معقولی ہیں چلتے چلتے معقولات کی بات بھی آ گئی اور حضرت نے معقولات کے موضوع پر دریا بہانے شروع کر دیئے مگر ابھی وہ لوگ نہیں آئے تھے جن کیلئے حضرت کو بلایا تھا میں نے دیکھا کہ وہی لوگ اپنے متعلقین کیساتھ جلسہ گاہ میں داخل ہو رہے ہیں، میں نے کہا الحمدللہ! اب یہ لوگ آ گئے ہیں اور معقولات کی بات شروع ہے جب وہ بیٹھے تو حضرت نے فرمایا اب میرے لئے بیان کرنا ممکن نہیں اور کہا و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

میں حیران تھا کہ یا اللہ! جن کیلئے بلایا تھا ابھی تو وہ لوگ بیان میں آئے بیان ختم ہو گیا تو کسی نے کہا: حضرت ابھی تو وقت آیا تھا وہ لوگ آئے ہوئے ہیں مگر آپ نے تو بیان روک دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: ہاں بھئی! یہی خیال مجھے بھی

گزرا، اب اگر میں بیان جاری رکھتا تو ان پر اپنی علمیت ظاہر کرتا مگر میں تو اب تک جو کہہ رہا تھا اللہ کیلئے تھا اور اب دکھاوے کیلئے ہوتا، دکھاوے کیلئے بیان ریاکاری ہے اس لئے بیان روک دیا۔ یہ تھے ہمارے اکابر، مقصود جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ایک مرتبہ بہت بڑے مجمع میں خطاب فرما رہے تھے تین گھنٹے کا بیان ہوا ایک بوڑھا شخص بعد میں آیا جب جلسہ ختم ہوا، بہت افسوس کر رہا تھا کہ میں مولوی اسمٰعیل کا بیان سننے آیا تھا اور بیان ختم ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا، میں ہی مولوی اسماعیل ہوں، آؤ میں تمہیں دوبارہ تقریر سناتا ہوں، چنانچہ تین گھنٹے کی تقریر دوبارہ کی، بعد میں کسی نے پوچھا حضرت! آپ نے بھی کمال کر دیا ایک شخص کیلئے اتنا لمبا چوڑا بیان دوبارہ کیا، فرمایا: پہلے بھی ایک ہی کیلئے کیا تھا اور اب بھی ایک ہی کے لئے کیا ہے۔ (یعنی رب العالمین جو ایک ہیں کی رضا کے لئے کیا تھا)

ہمارے اندر ایک بہت بڑا مسئلہ جو درپیش ہے وہ ارضائے خلق ہے، ارضائے خالق کے بجائے ارضائے خلق کو ترجیح دی جاتی ہے، مخلوق ہمیں اچھا کہے، مخلوق ہماری تعریف کرے۔ بحیثیت ایک طالبعلم کے ہمیں رضائے خالق پر نظر رکھنی چاہئے۔

طلباءِ دورۂ حدیث کو اجازتِ حدیث: بیان کے اختتام پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے پندرہ سو شرکائے دورۂ حدیث اور سینکڑوں مہمان علماء کو حدیث اور مسلسل بالاولیات کی اجازت دی۔ حدیث شریف کے ادب کیلئے آپ مسند حدیث پر تشریف فرما ہوئے اور الشیخ یٰسین الفادانیؒ اور دیگر مشائخ کی سند ذکر کرنے کے بعد فرمایا: **عن عمرو بن دینار عن ابی قابوس مولٰی عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنھم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "الراحمون یرحمھم الرحمٰن تبارک و تعالٰی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء"**. فرمایا: پوری سند "درسِ ترمذی" کے مقدمہ میں درج ہے۔

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کے دُعائیہ کلمات:

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نے اپنے اختتامی اور دُعائیہ کلمات میں فرمایا کہ تمام رات "مکاتیب مشاہیر" کے مطالعہ میں بیدار گزاری ہے اور کام کی عظمت اور کتاب کی جلالت نے مجھے ساری رات رُلایا۔ کتاب پڑھتا بھی رہا اور ساری رات روتا بھی رہا۔ تمام اکابرین اور ان کا زمانہ یاد آ گیا۔ میرے عزیزو! خطوط بہت بڑی چیز ہوتی ہیں۔ میں تو مولانا سمیع الحق کو کہتا کہ تمہارے دل کا زور زیادہ ہے لیکن رات کو جب کتاب پڑھی تو دل سے بے اختیار دُعائیں نکلیں۔ آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ "مشاہیر" کو ضرور پڑھیں اور اس سے علم حاصل کریں۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

توبہ خوشنودیٔ الٰہی کا ذریعہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم (زمر ۵۳)

ترجمہ: آپ کہیے اے میرے بندو۔ جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں۔ تم خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

وقال اللّٰہ تعالیٰ فی مقام آخر ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون (سورۃ روم)

ترجمہ: ظاہر ہو گیا فساد خشکی اور دریا میں لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال (بد) کا مزہ چکھاتا کہ وہ لوگ باز آجائیں۔

وقال علیہ الصلوۃ والسلام عن عبداللہ بن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (ترجمہ) عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ (سچی وحقیقی) توبہ کرنے والا ہے ایسا ہے کہ (گویا) اسکی گناہ ہی نہیں۔

انسان کی فطری نہاد: محترم حضرات! رب العالمین نے انسان کو حیوانات اور ملائکہ کے درمیان ایک ایسی عظیم المرتبت مخلوق پیدا فرمایا جن میں نہ حیوانی اور بہیمی قوتوں کا غلبہ ہوگا اور نہ فرشتوں کی طرح صرف اور صرف روحانی خاصیات کی طرف مائل ہو کر عام جسمانی تقاضوں سے بے نیاز ہوگا۔ نہ حیوانیت کی طرف اتنا مائل ہوگا کہ صرف ایک جانور کی حیثیت حاصل کرے بلکہ اللہ جل جلالہ نے انسان کی ذات میں اگر ایک طرف کے سفلی و بہیمی صفات و تقاضے ودیعت فرمائے تو دوسری طرف رب کائنات نے اسکی طبیعت اور فطرت کو روحانی اور نورانی صفات بھی پوری طرح نوازا۔ قادر مطلق نے انسان میں یہ دونوں متضاد صفات بڑے لطیف انداز میں جمع فرما کر اسے افراط وتفریط سے بچنے اور اعتدال کی راہ اپنانے کیلئے بے شمار احکامات واعمال اختیار کرنے کی تلقین وتاکید فرمائی۔

مادۂ خیر وشر: چونکہ بہیمی صفت بھی اس میں موجود ہے جسکی وجہ سے بھی کبھی ہمارا ازلی دشمن شیطان ہمیں راہ اعتدال سے ہٹانے کی سرتوڑ کوشش میں مصروف رہنے کی وجہ سے انسان کو غلط راستے اختیار کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے جس سے انسان گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہاں سے آزمائش اور امتحان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس دنیا اور اس میں موجود ہر شئی میں خیر وشر کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ جس انسان کیلئے مالک الملک نے یہ دنیا اور اسمیں جو کچھ ہے پیدا فرمایا اسی کے ساتھ خیر وشر کے دو زنجیر بھی پیدا فرمائے تاکہ امتحان سے معلوم ہو جائے کہ کون خیر کی زنجیر کیلئے کڑی بنتا ہے اور کون شر کی زنجیر کا حصہ بنتا ہے یعنی اپنے زندگی کے قیمتی لمحات میں خیر کو اپناتا ہے یا شر کو۔

گناہ پر ندامت: خیر سے مراد رب العالمین کی عبادت اور اطاعت ہے اپنی زندگی اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری میں گزارتا ہے۔ شر سے مراد خواہشات کی تابعداری ہے اپنی زندگی اور اعمال اپنے دل کی خواہشات اور اللہ کی نافرمانی میں گزارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان سے صرف یہ چاہتا ہے کہ انسان خالص عبد بن کر اسکے احکامات پر گامزن رہے اس راہ میں اپنے کسی خواہش کو رکاوٹ بننے نہ دے اگر کوئی اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے اسکی نافرمانی کرے تو یہ گناہ ہے۔ اسکا ازالہ تب ممکن ہے کہ اس نافرمانی پر دل کے گہرائیوں سے پشیمان ہو کر آنسو بہائے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے شان کریمی کی وجہ سے اسکے آنسو کی اتنی قدر فرماتے ہیں کہ اسکی اس غلطی کو نہ صرف معاف فرما دیتے ہیں بلکہ اسکے درجات بھی بلند فرما دیتے ہیں

ندامت کے آنسو: ارشاد ربانی ہے: **لا من تاب و امن و عمل عملاً صالحاً فاولئک یبدل اللہ سیاٰتهم حسنات و کان اللہ غفوراً رحیما.** (سورہ فرقان آیت ۷۰) ترجمہ: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا۔

پہلے بھی عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ توبہ سے گناہوں کو ایسا مٹا دیتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھ سے گناہ سرزد ہوا۔ آپ نے فرمایا توبہ کرلو آئندہ یہ گناہ نہ کرنا۔ سائل نے پوچھا میں گناہ کرنے کے بعد پھر گناہ کر چکا ہوں۔ حضرت علیؓ نے پھر فرمایا توبہ کرو آئندہ گناہ مت کرو۔ سائل نے پوچھا کب تک یہ سلسلہ گناہ و توبہ جاری رہیگا فرمایا جب شیطان تھک جائے۔

عجیب قصہ: محترم دوستو! ایک رات حضرت ابوھریرہؓ آنحضرتؐ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر باہر نکلے۔ اتنے میں ایک عورت جس نے اپنے بدن کو نقاب اور برقعہ میں ڈھانپا ہوا تھا سے آمنا سامنا ہوا۔ اس عورت نے کہا مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ ابوھریرہؓ نے گناہ کی نوعیت کا پوچھا کہنے لگی مجھ سے زنا کرنے کا جرم صادر ہوا اور اس پر مستزاد یہ کہ زنا سے پیدا ہونے والا بچہ بھی قتل کر دیا۔ ابو ہریرہؓ نے کہا تو خود بھی ہلاک ہوئی اور ایک بے گناہ بچے کے قتل ناحق کی بھی مرتکب ہوئی۔ تیری توبہ قبول نہیں ہوتی دل میں سوچا کہ آنحضرت ﷺ موجود ہیں اور

میں نے ان سے پوچھے بغیر توبہ قبول نہ ہونے کا فتویٰ دیا۔ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سنا دیا۔ آپ ﷺ نے سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا اے ابوھریرہؓ تو خود بھی ہلاک ہوا اور اسے بھی ہلاک کیا۔ کیا تمہیں توبہ آیت معلوم نہ تھی۔

والذین لا یدعون مع الله إلها آخر ولا یقتلون النفس التی حرم الله الا باالحق ولا یزنون. ومن یفعل ذلک یلق اثا ما یصعف له العذاب یوم القیامة ویخلد فیه مهانا الامن تاب وامن و عمل عملا صالحافا و لئک یبدل الله سیئا تهم حسنات و کان الله غفوراً رحیما (سورۃ فرقان آیت ۶۸ تا ۷۰)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے اور نہ ایسا قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے منع فرمایا ہے مگر جس کا قتل حق پر ہو اور زنا نہیں کرتے اور جو کوئی یہ کام کرے وہ گناہ میں واقع ہوا اسے قیامت کے دن دگنا عذاب ہوگا اور خوار ہو کر اس میں پڑا رہیگا مگر جس نے توبہ کی اور کچھ نیک کام کیئے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

شیطان کی ذلت وندامت: آپ کو اب خود اندازہ ان آیات سے ہوا کہ باوجود اتنے جرائم کے جب قلب سے توبہ ہو تو ارحم الراحمین ان گناہوں کو مٹا کر ان کی جگہ نامہ اعمال میں نیکیاں لکھنے کا حکم فرماتے ہیں۔ خطبہ کے ابتداء میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کمن لا ذنب له کے مطابق گویا سرے سے گناہ موجود ہی نہ تھے۔ استغفار کے بعد وہ گناہ بھی اللہ کے موجِ رحمت کی لپیٹ میں آ کر ان کی ہیئت ہی تبدیل فرمادی ہم سب شیطان مردود کو زبانی تو اپنا دشمن اول سمجھتے ہیں مگر ہمارے جن اعمال سے اسکو ذلت اور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان سے ہم بے خبر اور غافل ہیں۔ ایک بزرگ کے بقول جب بندہ سے گناہ کا صدور ہوتا ہے اور پشیمان ہو کر توبہ کرتا ہے۔ عزم واستقامت سے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ شیطان اس حالت کو دیکھ کر رونا اور واویلہ شروع کر دیتا ہے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس توبہ کی وجہ سے اس بندہ خدا کے درجات اتنے بلند ہونگیں تو میں اس کو گناہ کرنے پر مجبور ہی نہ کرتا۔

مغفرت کا نسخۂ اکسیر: محترم سامعین: محمد بن مطرف عسقلانی فرماتے ہیں، مالک الملک نے فرمایا آدم کی اولاد پر میری رحمت ہے کہ گناہ کرتا ہے پھر مجھ سے معافی مانگتا ہے میں اسے معاف کر دیتا ہوں وہ پھر گناہ کرتا ہے یہ بندہ پھر مجھ سے بخشش کا طلب گار رہتا ہے میں اسے معاف کر دیتا ہوں۔ یعنی نہ وہ گناہ کرنا چھوڑتا ہے نہ وہ میری رحمت و بخشش سے مایوس ہوتا ہے پس تم گواہ رہو کہ میں نے اسے معاف کر دیا۔

رب العزت نے گناہوں سے بخشش اور مغفرت کا آسان نسخہ جس پر کما حقہ عمل کرنے سے ہمارے تمام گناہ دھل سکتے ہیں بتا دیا فرمان نبوی ہے "من تقرب الی شبرا تقربت الیه ذراعا"

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب: حدیث قدسی ہے اللہ جل جلالہ اپنا پیمان وفا آخر تک نہیں توڑتا۔ فرماتے ہیں بندہ جب ایک بالشت کے مقدار میرے قریب آئے تو میں ایک گز فاصلہ طے کر کے اس کے قریب ہونگا۔ اپنے بندوں کے ساتھ رحمت وشفقت کا کیا ہی عجیب انداز ہے کہ فرمایا۔ یا ابن آدم لو بلغت ذنوبک عنان السما ثم استغفر تنی لغفرت لک

ترجمہ: اے بنی آدم اگر تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں (یعنی حد سے بڑھ جائیں) پھر مجھ سے مغفرت طلب کرے تو تم کو بخش دونگا۔ تمام عمر ایسے اعمال کا ارتکاب کرو جو اللہ سے رشتہ توڑنے اور اسکے ناراضگی کا ذریعہ ہوں تو وہ ایسا مشفق ومہربان ہے کہ انابت اور اضطرار کے چند آنسو اسکے سامنے پیش کر دو تو وہ پھر بھی سننے کیلئے تیار ہے۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول اللہ تعالیٰ کے جانب سے روٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ تو ہر وقت اپنے بندوں کو اپنے دامن رحمت ومغفرت میں جگہ دینے کو تیار ہے۔ غفلت کا مظاہرہ تو ہم کر رہے ہیں ہماری طرف سے تھوڑی سی حرکت و گریہ وزاری سے اللہ کے محبوب ہونے کا مقام ہم حاصل کر سکتے ہیں۔

رحمت الٰہی کی وسعت: خالق کائنات کی صفت رحیمی کی وسعت کا اندازہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں وہ تو قارون جیسے اللہ کے باغی ظالم وجابر جب حضرت موسیٰؑ کی دعا اور حکم پر زمین میں دھنستا جارہا تھا۔ عذاب الٰہی کی پکڑ میں پھنس کر چیختا چلاتا رہا۔ غرور وتکبر خاک میں مل کر رحم وکرم کی التجا کرتا رہا حتی کہ حضرت موسیٰ نے اسکی کوئی بات نہ مانی۔ مکمل طور پر زمین اسے نگل گئی۔ فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی "اے میرے بندے موسیٰ خوب سن لو اگر قارون اس حالت میں بھی جبکہ اسکی سرکشی، نافرمانی اور مظالم کی انتہا ہو چکی تھی اسکے باوجود اگر وہ مجھے ایک بار بھی پکارتا اسے نجات دے دیتا۔ بقول ڈاکٹر عبدالحیؒ سمندر میں اس سے ملحقہ علاقوں، شہروں کی تمام غلاظتیں گرتی رہتی ہیں۔ لیکن سمندر میں پانی کی ایک ہلکی سی موج آتی ہے تو ان تمام ناپاکی کو بہا کر لے جاتی ہے۔ تمام علماء اور مفتیان کرام کے نزدیک سمندر کا پانی طاہر ومطہر رہتا ہے کوئی اسے نجس نہیں کہتا۔ تو سمندر جو خالق کائنات کی پیدا کردہ ایک مخلوق ہے اسکی ایک موج اور طغیانی میں یہ اثر ہے تو اس سمندر کے پیدا کرنے والے کی رحمت ومغفرت اور عفو ودرگزر کا سمندر تو غیر محدود ہے تو کیا اسکی رحمت ومغفرت کی ایک موج ہمارے گناہوں کو معاف نہ کر دیگی۔ لامحالہ معافی سے نوازیں گے۔

فرعون کی توبہ: آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق جب فرعون دریائے شور میں غرق ہونے لگا یقین ہوا کہ اب عذاب آخرت سامنے ہے جس میں مبتلا ہونا پڑیگا۔ اس اندوہناک عالم میں اسکی زبان پر ایمان کا کلمہ جاری ہو گیا۔ (یہ حقیقت اپنی جگہ کہ سکرات کے عالم میں اگر وہ ایمان لے آتا تو آخرت میں اسکا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ شاید دنیا میں اسکو کچھ عرصہ کیلئے زندگی حاصل ہوتی) حضرت جبرئیل نے دریا سے کیچڑ لے کر جلدی جلدی فرعون کے منہ میں

ٹھوس دی یہ اسلئے کہ اسکے تڑپنے اور آہ وزاری سے ارحم الراحمین کا دریائے رحمت جوش میں آئے اور کہیں اس ملعون کی مغفرت نہ ہو جائے۔ الغرض روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے باغی اور خدائی کا دعوی کرنے والے کافر فرعون قارون اور شداد کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کا ایسا معاملہ ہے تو ہم اگرچہ گناہگار اور برے سہی مگر اللہ کے الوھیت کا تو اقرار کرتے ہیں۔ آنحضرت کے امتی ہونے کے دعویدار ہیں۔ باوجود مسلمان ہونے کے اگر اس ارحم الراحمین کی رحمتوں سے مایوس ہو جائیں تو یہ ہماری اپنی بدنصیبی ہوگی ارشاد باری تعالیٰ "انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون" بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں گویا ایک سچا اور پکا مسلمان کبھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوگا

حدود الٰہی سے تجاوز کی سزا: محترم یہ تو اللہ جل جلالہ کے رحیمی شان پر مبنی چند کلمات تھے مگر اس رحم وکرم اور مغفرت سے موجزن سمندر سے جن بدقسمت لوگوں نے اپنی تشنگی مٹانے کی کوشش نہ کی انکے انجام کے واقعات اللہ کا مقدس کلام ہمارے لئے سامان عبرت ہے۔ جنکے عاقبت کا رب العالمین نے قرآن میں جگہ جگہ ذکر فرمایا فرمان الٰہی ہے: ومن یعص اللہ ورسولہ و یتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیھا ولہ عذاب مھین (سورۃ النساء آیت ۱۴) ترجمہ: اور جو کوئی اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے اور اسکی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے حق تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیگا اور اسکے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

سورۃ مجادلہ میں ارشاد ہے ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کبتو ا کما کبت الذین من قبلھم وقد انزلنا آیت بینت وللکافرین عذاب الیم (آیت ۵)

"جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل وخوار کردئے جائینگے۔ جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل وخوار کئے جاچکے ہیں اور کافروں کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔"

اللہ کی اطاعت کی صورت میں برکات کا نزول اور نافرمانی کی وجہ سے اسکی گرفت کے بارہ میں رب العزت کا ارشاد ہے: ولو ان اھل القری امنو و اتقو الفتحنا علیھم برکت من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذنھم بما کانوا یکسبون (سورہ یونس آیت ۹۶)

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی نعمتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا۔ پس ان کے اعمال کے بدلے ہم نے ان کو پکڑا۔

خدا نے اس قوم کی حالت نہیں بدلی: اللہ تعالیٰ اپنے بتائے ہوئے راستے پر نہ چلنے والوں سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے قول ربانی ہے۔ ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیر وا ما با نفسھم وان اللہ سمیع علیم (سورہ انفال آیت ۵۳)

(ترجمہ) اسکا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز بدلنے والا نہیں اس نعمت کو جو دی تھی اس نے کسی قوم کو جب تک وہی بدل نہ ڈالیں۔ اپنے طرز عمل کو۔ اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

یعنی جب لوگ اپنے بداعمالیوں اور کج روی کی وجہ سے اللہ کے فطری عطا کردہ نیکی قوت واستعداد کو ضائع کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے اپنی نعمتیں واپس لے کر شان انعام کو انتقام میں بدل دیتے ہیں۔ اگلے آیت میں حکم خداوندی کی اطاعت کرنا اور اللہ کی مخالفت کی وعید کے ساتھ فرمایا اگر اسکی نافرمانی کروگے تو اسکی قوت، طاقت یا ذات کو کچھ نقصان نہیں۔ اسکے دربار میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ وہ ہر کسی سے بے نیاز ہے۔ اللہ اس پر قادر ہے کہ اپنی اطاعت نہ کرنے والوں کا نام ونشان ہی مٹا دیں اور ایک ایسی نئی مخلوق کو نافرمانوں کی جگہ پیدا کریں جو اپنے رب کی اطاعت کرنے والے حقیقی بندے ہونگیں۔ وہ تمہارے تمام کام اطاعت کی صورت میں بنا بھی سکتا ہے اور وہی قادر مطلق سرکشی کی صورت میں بگاڑ سکتا ہے فرمان ایزدی ہے۔ **وللّٰہ ما فی السموت وما فی الارض وکفی باللہ وکیلا ان یشاء یذھبکم ایھا الناس ویات باخرین وکان اللہ علی ذالک قدیرا** (سورۃ نساء ۱۳۲۔۱۳۳)

ترجمہ: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور کارسازی کیلئے صرف وہی کافی ہے اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو ہٹا کر تمہاری جگہ دوسری کو لے آئے اور وہ اسکی پوری قدرت رکھتا ہے۔

اطاعت پر انعام اور معصیت پر سزا: محترم حاضرین! احکم الحاکمین نے ہر قوم کیلئے خوشخبری سنانے والے اور عذاب کی اطلاع دینے والے انبیاء بھیجے۔ تاکہ کوئی قیامت کے دن یہ عذر پیش نہ کرے کہ "ما جاء نا من بشیر ولا نذیر" یعنی ہمارے پاس طاعات کی صورت میں جنت اور معاصی پر جہنم کی اطلاع دینے والا کوئی نہیں آیا۔ نیز جن امتوں کو دنیا میں سزا دی گئی اسکا ظہور تب ہوا جب ان کے پاس انبیاء آکر ان کو صراط مستقیم اور اس حق راستے پر چلنے کے فوائد اور اختیار نہ کرنے پر عذاب کی واضح تلقین بار بار کی، تاکہ اتمام حجت ہو جائے اور قیامت میں بھی ہر قسم دلائل پیش ہونے کے بعد وارد جہنم ہوگا۔ آج کی عدالتیں قیامت کے اس بڑے عدالت کی ایک ادنیٰ مثال ہیں۔ اللہ کے حضور پیشی ہوگی۔ فرد جرم عائد ہونے کے بعد جرح وتعدیل، شہادتوں کی پیشی کے بعد جزا یا سزا کا فیصلہ ہوگا۔

محترم دوستو! ابھی تک ذکر کردہ بیان استغفار کی صورت میں اللہ کی بے پناہ مہربانیاں اور نافرمانی کی صورت میں عذاب الٰہی کا سامنا کرنے کے بعض واقعات آپ نے سن لئے۔ آج ہم اور تمام امت مسلمہ کی جو کیفیت ہے اور اسکے علاج کا ذکر آئندہ نشست میں انشاء اللہ کرونگا۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے
ماہنامہ "الحق" کے متعلقہ امور کیلئے اس نمبر پر رابطہ کیجئے 0923-630435

مولانا ابن الحسن عباسی
مدیر ماہنامہ "وفاق المدارس" استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

خطبات حکیم الاسلام
حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام گرامی محتاج تعارف نہیں وہ ازھر ہند دار العلوم دیوبند کے نصف صدی تک صدر و مہتمم رہے، انہوں نے اپنے دور میں دار العلوم کو ترقی وشہرت کے بام عروج تک پہنچایا، ان کا دور دار العلوم دیوبند کا سنہری دور کہلاتا ہے۔اسی دور میں دار العلوم کا فیض ہندوستان کے کونے کونے سے لیکر دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلا اور اس دور میں دار العلوم سے نکلنے والے رجال کار نے ایک عالم کو سیراب کیا۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک باکمال عالم دین، ایک مدبر رہنما ومنتظم اور خود اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرے اوصاف کے ساتھ ساتھ قوت بیان کا وصف بھی عطا فرمایا تھا۔وہ ایک شیریں بیان خطیب و واعظ اور دل کی گہرائیوں تک اپنی آواز اتارنے والے مبلغ وداعی تھے، وہ دھیمے اور سبک رفتار اسلوب میں سچائیوں اور صداقتوں کے دریا بہاتے اور دلوں کے خشک کھیتوں کو سیراب کرتے چلے جاتے، ان کے اس وصف سے متعلق حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو خطابت کا خاص ذوق، زبان وبیان کا خاص انداز اور افہام وتفہیم کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں بلاتکلف خطاب فرماتے تھے، زبان ایسی صاف اور شستہ اور جملے ایسے نپے تلے کہ گویا سامنے کتاب رکھی ہے اور اس کی عبارت پڑھ کر سنا رہے ہیں۔حقائق وواقعات کی ایسی منظر کشی فرماتے تھے گویا واقعہ متمثل ہوکر سامعین کے سامنے کھڑا ہے، شریعت کے اسرار وحکم اور طریقت وحقیقت کے رموز ولطائف اس طرح بیان فرماتے تھے گویا دریائے علم ومعرفت کا بند ٹوٹ گیا ہے، اور علوم وھبیہ کا طوفان امڈ آیا ہے۔حضرت مرحوم نے اپنے ساٹھ پینسٹھ سالہ علمی دور میں خدا جانے ہزاروں مرتبہ خطاب کیا ہوگا اور بعض اوقات ایک ایک دن کئی کئی مرتبہ انہیں تقریر وخطابت کی نوبت بھی آئی لیکن ان کی ہر تقریر کا موضوع منفرد ہوتا تھا، اور جس موضوع کو بھی چھیڑتے اس میں لطائف واسرار کے ایسے گل ولالہ بکھیرتے کہ حقائق و

معارف کے چمنستان میں نئی بہار آجاتی۔ان کے علوم اکتسابی سے زیادہ وہبی تھے۔مشکل سے مشکل مسائل کو بلاتکلف سامعین کے ذہن میں انڈیل دینا اور بات بات میں نکتہ پیدا کرنے میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ایک موقع پر یہ مضمون ارشاد فرمارہے تھے کہ مطالب ومعانی کو صرف الفاظ سے ہی نہیں ادا کیا جاتا بلکہ لب ولہجہ اور انداز تکلم سے بھی الفاظ میں معنی بھرے جاتے ہیں،اور اس کی مثال میں اردو کا ایک فقرہ ''کیا بات ہے؟'' پیش کیا کہ یہ انکار کے لئے بھی ہے اور اقرار کے لئے بھی، استفہام کے لئے بھی ہے اور اخبار کے لئے بھی، داد وتحسین کے لئے بھی ہے اور تحقیر و تقبیح کے لئے بھی، شاباش اور آفرین کے لئے بھی ہے اور زجر وتوبیخ کے لئے بھی۔الغرض مسلسل ایک گھنٹہ تک ''کیا بات ہے؟'' کی تشریح ہوتی رہی اور حضرت مرحوم اس کے ہر مفہوم کو لب ولہجہ کی تبدیلی سے سمجھاتے رہے، اور مجمع سحر بیان سے عش عش کررہا تھا۔حضرت مرحوم کی بعض تقریریں وقتاً فوقتاً شائع بھی ہوتی رہیں۔حال ہی میں عزیز محترم مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری سلمہ (خطیب مسجد غفوریہ، حسن پروانہ کالونی ملتان) نے حضرت کی تقریروں کی کیسٹیں فراہم کرکے ''خطبات حکیم الاسلام'' کے نام سے تین ضخیم جلدیں مرتب کی ہیں اور اگر یہ محنت وجستجو جاری رہی اور حضرتؒ کی جتنی تقریریں محفوظ کرلی گئیں ہیں وہ سب شائع کردی گئیں تو امت کے لئے حقائق ومعارف اور ''کلمات طیبات'' کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم ہوجائے گا۔'' (شخصیات وتاثرات، جلد۱، صفحہ:۲۱۵)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے اسی وصفِ بیان کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی مدظلہ لکھتے ہیں:

''جہاں تک وعظ وخطابت کا تعلق ہے، اس میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا عجیب وغریب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ اس کی نظیر مشکل سے ملے گی، بظاہر تقریر کی عوامی مقبولیت کے جو اسباب آج کل ہوا کرتے ہیں، حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں وہ سب مفقود تھے، نہ جوش وخروش، نہ فقرے چست کرنے کا انداز، نہ تکلف لسانی، نہ لہجہ اور ترنم، نہ خطیبانہ ادائیں، لیکن اس کے باوجود وعظ اس قدر مؤثر، دلچسپ اور مسحور کن ہوتا تھا کہ اس سے عوام اور اہل علم دونوں یکساں طور پر محظوظ اور مستفید ہوتے تھے، مضامین اونچے درجے کے عالمانہ اور عارفانہ، لیکن انداز بیان اتنا سہل کہ سنگلاخ مباحث بھی پانی ہوکر رہ جاتے۔جوش وخروش نام کو نہ تھا، لیکن الفاظ ومعانی کی ایک نہر سلسبیل تھی جو یکساں روانی کے ساتھ بہتی، اور قلب ودماغ کو نہال کردیتی تھی، ایسا معلوم ہوتا کہ منہ سے ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے موتی جھڑ رہے ہیں، ان کی تقریر میں سمندر کی طغیانی کے

بجائے ایک باوقار دریا کا ٹھہراؤ تھا جو انسان کو زیر و زبر کرنے کے بجائے دھیرے دھیرے اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا تھا۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مخالف فرقوں کی تردید کو اپنی تقریر کا موضوع کبھی نہیں بنایا، لیکن نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں نے ان کے مواعظ سے ہدایت پائی، اور کتنے غلط عقائد و نظریات سے تائب ہوئے۔ لاہور میں ایک صاحب، علماء دیوبند کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈے سے بہت متاثر اور علماء دیوبند سے بری طرح برگشتہ تھے، طرح طرح کی بدعات میں مبتلا، بلکہ ان کو کفر و ایمان کا معیار قرار دینے والے، اتفاق سے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے، اور وہاں ایک مسجد میں آپ کے وعظ کا اعلان ہوا، یہ صاحب خود سناتے ہیں کہ میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ان کے وعظ میں اس نیت سے پہنچا کہ انہیں اعتراضات کا نشانہ بناؤں گا، اور موقع ملا تو اس مجلس کو خراب کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اول تو ابھی تقریر شروع بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معصوم اور پرنور چہرہ دیکھ کر ہی اپنے عزائم میں زلزلہ سا آگیا، دل نے اندر سے گواہی دی کہ یہ چہرہ کسی بے ادب، گستاخ یا گمراہ کا نہیں ہوسکتا، پھر جب وعظ شروع ہوا اور اس میں دین کے جو حقائق و معارف سامنے آئے تو پہلی بار اندازہ ہوا کہ علم دین کسے کہتے ہیں؟ یہاں تک کہ تقریر کے اختتام تک میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آگے موم ہو چکا تھا، میں نے اپنے سابقہ خیالات سے توبہ کی، اور اللہ تعالیٰ نے بزرگان دین کے بارے میں ایسی بدگمانیوں سے نجات عطا فرمائی۔ برصغیر کا تو شاید ہی کوئی گوشہ ایسا ہو جہاں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آواز نہ پہنچی ہو، اس کے علاوہ افریقہ، یورپ، اور امریکہ تک آپ کے وعظ و ارشاد کے فیوض پھیلے ہوئے ہیں اور ان سے نہ جانے کتنی زندگیوں میں انقلاب آیا۔'' (نقوش رفتگاں: صفحہ ۱۹۳)

اللہ جل شانہ اپنے نیک بندوں کے آثار و خدمات کی حفاظت کے لئے لوگوں کو مسخر کر دیتے ہیں اور وہ ان آثار و خدمات کی حفاظت کیلئے اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو وقف کر دیتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے مدیر و مہتمم ہونے کی حیثیت سے حضرت حکیم الاسلام کو دنیا کے مختلف خطوں میں جانے اور وہاں دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کی صدا لگانے کا موقع ملا، ان کے یہ خطبات و مواعظ کہیں قلم و قرطاس کے ذریعے اور کہیں ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے محفوظ ہوتے رہے۔

حضرت مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری مدظلہ کے دل میں اللہ جل شانہ نے ان مواعظ و خطبات کو جمع کرنے

اور کتابی شکل میں لانے کا داعیہ پیدا فرمایا اور انہوں نے اس کام کے لئے اپنی زندگی کے ماہ وسال وقف کیے، وہ قرآن کریم کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ برسوں اس عظیم کام میں لگے رہے اور یوں امت کے لئے حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات ومواعظ کا قیمتی اثاثہ محفوظ کر گئے...... حقیقت یہ ہے کہ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ خطبات، اسلام کے عقائد وعبادات، معاشرت ومعیشت، اخلاق واعمال، تہذیب وتمدن اور تاریخ وروایات کی تشریحات وحکمتوں کا گنج ہائے گراں مایہ ہیں......

مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری صاحب صاحب کی مرتب کردہ ان خطبات کی اب تک شائع ہونے والی جلدوں میں مندرجہ ذیل ایک سو بیس خطبات وموضوعات آ گئے ہیں:

1 ......خطبات حکیم الاسلام۔ جلد اول......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① محمد بن عبداللہ سے محمد رسول اللہ تک ② مقام نبوت اور اس کے آثار ومقاصد ③ کتاب خداوندی اور شخصیات مقدسہ ④ معجزہ علمی ⑤ جہلائے عرب سے مقام صحابیت تک ⑥ قرآن حکیم کی عملی تفسیر ⑦ حیٰوۃ طیبہ ⑧ فلسفہ علم ⑨ وعظ یوسفی

2 ......خطبات حکیم الاسلام۔ جلد دوم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① معارف القرآن ② رحمۃ للعالمین ③ بیت اللہ الکریم ④ عبادت وخلافت ⑤ اخلاص فی الدین ⑥ صحبت صالح ⑦ راہ نجات ⑧ راہ اعتدال ⑨ مقصد حیات ⑩ فلسفہ موت ⑪ اسلام میں تصور آخرت ⑫ فضیلت یوم الجمعہ ⑬ سنت حضرت خلیل علیہ السلام ⑭ حقیقت نکاح۔

3 ......خطبات حکیم الاسلام۔ جلد سوم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① ذکر اللہ ② معرفت باری تعالیٰ ③ رضائے الٰہی ④ طریق اصلاح ⑤ تعارف اہل حق ⑥ تسکین فطرت ⑦ ادب اور اختلاف رائے ⑧ حقوق مالیہ ⑨ خطبہ طیبہ۔

4 ......خطبات حکیم الاسلام۔ جلد چہارم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① مقصود بعثت ② یاد حق ③ نبوت وملوکیت ④ ثمرات علم ⑤ عمل صالح ⑥ انسانی زندگی کا نصب العین ⑦ پر سکون زندگی ⑧ سیرت اور صورت ⑨ شعب الایمان ⑩ تعلیم وتبلیغ ⑪ تبلیغی جماعت اور اصلاح ⑫ جماعتی تبلیغ ⑬ فضیلت النساء ⑭ پیغام ہدایت ⑮ فکر اسلامی کی تشکیل جدید ⑯ اسلامی تمدن ⑰ درس ختم بخاری ⑱ اظہار تشکر۔

5 ......خطبات حکیم الاسلام۔ جلد پنجم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① شان بعثت ② عناصر سیرت ③ اسلام عالمی مذہب ہے ④ انسانی فضیلت کا راز ⑤ مقصد نعمت ومصیبت ⑥ افادات بخاری (حصہ اول) ⑦ افادات بخاری (حصہ دوم)

6 ......خطبات حکیم الاسلام۔ جلد ششم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① علمی معجزہ ② خلافت

تجوید ③ نجوم ہدایت ④ آغاز بخاری ⑤ تعلیم وتدریس ⑥ تاثیر الاعمال ⑦ آداب دعاء ⑧ الہامی ادارہ اور اس کے فضلاء کی تنظیم ⑨ سائنس اور اسلام۔

7 ......خطبات حکیم الاسلام۔جلد ہفتم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① خطبہ استقبالیہ اجلاس صد سالہ دار العلوم دیوبند ② اساس توحید ③ حج بین الاقوامی عبادت ④ اہمیت تزکیہ ⑤ جواہر انسانیت ⑥ ملت اسلامیہ کا المیہ اور اس کا علاج ⑦ تعلیم نسواں ⑧ افادات علم وحکمت۔

8 ......خطبات حکیم الاسلام۔جلد ہشتم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) میں خطاب ② موتمر اسلامی قاہرہ میں خطاب ③ عالمی موتمر اسلامی قاہرہ سے واپسی پر خطاب ④ تقسیم فلسطین اور اسرائیل کے وجود پر مسلمانان ہندوستان کے دلی جذبات کا اظہار ⑤ مذہب اور سیاست ⑥ مسلم پرسنل لاء ⑦ اسلام اور آزادی ⑧ عروج وزوال ⑨ تیونس اور مراکش کی جدوجہد آزادی ⑩ آئینہ خدمت جمیعۃ علمائے ہند ⑪ نصاب تعلیم کی تدوین ⑫ تصویر سازی کی مذہبی اور تمدنی حیثیت ⑬ اشتراک مذہب ⑭ دنیا وآخرت ⑮ عالم اصغر ⑯ افادات علم وحکمت۔

9 ......خطبات حکیم الاسلام۔جلد نہم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① اساسی عبادات ② اہمیت نماز ③ رمضان اور اس کے مقاصد وبرکات ④ فضیلت تقویٰ ⑤ اسلام میں عید کا تصور ⑥ محبت ومعیت ⑦ تعلیم جدید ⑧ مرکز سعادت ⑨ امتیاز دار العلوم ⑩ آزادی ہند کا خاموش رہنما ⑪ اکابر دیوبند اور آزادی ہند ⑫ حدیث پاکستان ⑬ امارت شرعیہ ⑭ الواعظ ⑮ اظہار تعزیت ⑯ جامع مذہب ⑰ افادات علم وحکمت۔

10 ......خطبات حکیم الاسلام۔جلد دہم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① نبی امی علیہ الصلوٰۃ و السلام ② راہنمائے انقلاب ③ عظمت حفظ ④ آل انڈیا احناف کانفرنس سے خطاب ⑤ اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام ⑥ تکمیل انسانیت ⑦ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ⑧ افادات علم وحکمت۔

11 ......خطبات حکیم الاسلام۔جلد یازدہم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① فلسفہ نماز ② تفسیر سورۃ ملک ③ افادات علم وحکمت۔

12 ......خطبات حکیم الاسلام۔جلد دوازدہم......اس مجموعہ میں درج ذیل خطبات شامل ہیں: ① تفسیر سورہ قلم ② آثار صحبت

ان خطبات کو جمع ومرتب کرنے اور شائع کرنے میں مولانا قاری ادریس صاحب نے ربع صدی محنت کی، حضرت قاری ہوشیارپوری صاحب ہمارے بزرگ استاد حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں، مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین مدنی کے شاگرد اور دار العلوم کراچی کے ہر دل عزیز استاذ تھے، وہ ہر فن کے ماہر سمجھے جاتے تھے، مجھ ناکارہ پر ان کی خصوصی نظر شفقت اس لئے تھی کہ ان کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولوی حبیب الرحمٰن تکرار کی جماعت میں میرے ساتھ تھے، ایک بار نماز مغرب کے بعد جب مسجد

میں تکرار کی جماعتیں لگ گئیں تو حضرت تشریف لائے، مجھے بلا کر فرمایا:...... ''ہم عمرے کے لئے جارہے ہیں، آپ حبیب کے ساتھ محنت کریں، ہم آپ کے لئے وہاں جاکر دعا کریں گے......'' ان کا یہ جملہ آج تک کانوں میں رس گھول رہا ہے اور جو تھوڑی بہت خدمتِ دین کی توفیق مل رہی ہے، یقین ہے کہ یہ ان رجال باصفا اساتذہ اور بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے!

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان خطبات ومواعظ میں احادیث وروایات کا بھی ایک بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے، وعظ ونصیحت اور تقریر وخطابت میں عموماً احادیث کریمہ کی صحت کے اس معیار کو بسا اوقات برقرار نہیں رکھا جاسکتا جس کا محدثین کرام اہتمام کرتے ہیں اور خود حضرات محدثین کے نزدیک فضائل کے باب میں بعض شرطوں کے ساتھ ضعیف احادیث کو بھی بیان اور ذکر کیا جاسکتا ہے۔

حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ان خطبات میں اس طرح کی احادیث پائی جاتی ہیں، احقر نے چند سال قبل جب ان خطبات کا مطالعہ کیا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ان موثر خطبات ومواعظ کی احادیث کریمہ کی تخریج اصل مصادر اور مراجع سے ہونی چاہئے۔ بعض احادیث موضوع ہوتی ہیں، واعظین ان کو بھی ذکر کردیتے ہیں۔ کسی صحابی یا تابعی کے قول کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے پیش کردیا جاتا ہے، علم حدیث کی اصطلاح میں یوں کہئے کہ کسی حدیث موقوف یا مقطوع کو حدیث مرفوع کی صورت میں بیان کردیا جاتا ہے۔ عام خطباء اور مقررین کو ان احادیث کی تحقیق ومراجعت کا موقع نہیں ملتا اس لئے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ان خطبات وتقریروں میں بیان کردہ احادیث وروایات کے محدثانہ طرز ومعیار پر تحقیق ہوجائے، اصل مراجع ومصادر سے ان کے حوالے نقل کئے جائیں اور ان روایات کی صحت وضعف کی حاشیہ میں وضاحت کرلی جائے اور اگر کوئی حدیث موضوع ہے تو اس کی بھی نشاندہی ہوجائے تاکہ منبر ومحراب کے منصب کے حاملین، ان احادیث وروایات کو ان کی اصل حیثیت کی روشنی میں بیان کریں...... حضرت حکیم الاسلام کے ان خطبات کو اللہ جل شانہ نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی ہے اور برصغیر کے علاوہ اردو دنیائے اسلام میں یہ بکثرت پڑھے اور سنے جاتے ہیں، اس وقت دنیا کے اکثر خطوں میں دین اسلام کا جو کام ہورہا ہے واسطہ یا بالواسطہ، اس میں ازھر ہند دارالعلوم دیوبند کا فیض شامل ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے جنوب تک دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور منتسبین کا ایک جال بچھا ہوا ہے، وہ مدارس ومکاتب، مساجد وخانقاہوں، جہاد وابلاغ اور دعوت وتبلیغ کی جماعتوں اور مراکز کی شکل میں دین کی مختلف جہتوں پر کام کررہے ہیں، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دارالعلوم دیوبند کے نصف صدی تک روح رواں رہے ہیں، انہوں نے یہ خطبات بھی دنیا کے مختلف حصوں میں ارشاد فرمائے ہیں اور اللہ جل شانہ نے انہیں ایک ہمہ گیر قبولیت عطا فرمائی ہے۔

برادر محترم عبدالصبور صاحب کو اللہ جل شانہ نے جدید طباعتی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے اکابر کی کتابیں چھاپنے اور عام کرنے کا ذوق عطا فرمایا ہے، خطبات حکیم الاسلام پر تخریج احادیث وروایات کی تحقیق کی ضرورت کو جب میں نے محسوس کیا تو ان سے کہا کہ اس عظیم کتاب کا تخریج و تحقیق شدہ ایڈیشن لانے کی ضرورت ہے، یہ آج سے تقریباً بارہ تیرہ سال قبل کی بات ہے انہوں نے اس کے لئے عزم کیا اور مختلف محقق علمائے کرام سے ان خطبات کی تخریج و تحقیق کرائی اور اس پر انہوں نے زر کثیر صرف کیا، وہ مستقل میرے رابطے میں رہے اور ہونے والا کام بھی مجھے دکھاتے رہے، درمیان میں کچھ رکاوٹیں بھی پیش آئیں اور زندگی کے جھمیلے کام کی رفتار کو روکتے رہے لیکن بالآخر یہ کام الحمدللہ مکمل ہو گیا اور ان بلیغ و عظیم خطبات کا تخریج شدہ ایڈیشن درج ذیل خصوصیات کے ساتھ آ گیا:

1......ان خطبات میں موجود تمام احادیث وروایات کی اصل مراجع سے تخریج کر دی گئی ہے۔

2......ان روایات کی صحت وضعف کی حاشیہ میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

3......بعض احادیث زبان زد عام ہیں لیکن وہ موضوع ہیں، ان خطبات میں بھی کہیں ایسی احادیث آ گئی ہیں تو اُن کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۴......کسی حدیث موقوف یا مقطوع کو حدیث مرفوع کے طور پر بیان کیا گیا ہے تو اس کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔

5......تمام احادیث پر اعراب (زبر، زیر، پیش) لگا دیئے گئے ہیں تا کہ تلفظ میں غلطی کا امکان کم ہو۔

6......ان خطبات میں جتنی قرآن پاک کی آیات ذکر کی گئی ہیں اُن سب کی تخریج (یعنی سورت و آیت نمبر کی وضاحت)......کر دی گئی ہے۔

7......تمام قرآنی آیات پر اعراب لگا دیئے گئے ہیں۔

8......متن کی تصحیح کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے اور اُس کے پروف مختلف علماء سے متعدد بار پڑھوائے گئے ہیں۔

اللہ جل شانہ اس محنت کو قبول فرمائے، ان خطبات کا نفع عام اور تمام فرمائے اور اسے سب محنت کرنے والوں کے لئے اس دن کا ذخیرہ بنائے جس دن نہ مال وزر کے انبار کام آئیں گے، نہ دوست واحباب اور اولاد واحفاد کا ہجوم......**یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔**

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

☆......☆......☆

مولانا شہزاد احمد کامروی

یکم محرم الحرام یوم شہادت سیدنا فاروق اعظمؓ

صدیقؓ عکس حسن کمال محمد است | فاروقؓ جاہ جلال محمد است | عثمانؓ مینار شمع جمال محمد است

حیدرؓ باغ حاصل محمد است | ایمان ما اطاعت است | خلفائے راشدین ؓ است

نام،نسب،خاندان: نام عمر بن خطابؓ ،لقب فاروق اعظم،کنیت ابوحفص،آٹھویں یا نویں پشت پر سلسلہ نسب حضورؐ سے جاملتا ہے۔

ولادت: واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ہجرت سے پانچ سال پہلے مسلمان ہوئے (الاستیعاب ۱۴۰/۳)

قبول اسلام: نبوت کے چھٹے سال 33 برس کی عمر میں اسلام لائے۔

وجاہت: رنگ سفید مائل بہ سرخی،رخساروں پر گوشت کم،قد مبارک دراز۔

قرابت بن النبیؐ: آپؓ کی صاحبزادی ام المومنین سیدہ حضرت حفصہ حضورؐ کے نکاح میں آئیں۔دور خلافت میں حضورؐ کی نواسی اور خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ سے آپؓ کا نکاح ہوا جن سے زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر پیدا ہوئے۔

عہد نبویؐ میں آپؓ کی خدمات: مکہ میں سات سال،دور مدینہ میں دس سال آپؓ ہر وقت حضورؐ کے قریب رہے۔27 غزوات نبویؐ میں آپ شریک ہوئے اور جنگ احد میں ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔خانہ کعبہ میں سب سے پہلے اسلام کا نام آپ ہی نے بلند کیا۔

مختصر فضائل ومناقب: امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کی ستائیس آیات حضرت عمرؓ کی رائے پر نازل ہوئیں "لیظهره الی اللدین کله"اور"الم غلبت الروم"مقام ابراہیم مصلّٰی"انا فتحنا لک فتحا مبینا" ایسی بے شمار آیات کی پیش گوئیاں آپؓ کی عہد میں پوری ہوئیں نیز شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے آپؓ سے مسائل فقہیہ کی تعداد مستنبط ایک ہزار کے قریب ہے (ازالۃ الخلفاء الفاروق)

مدت خلافت: دس سال چھ ماہ دس دن،بائیس لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی۔آپ کی اس ماہ مقدس محرم الحرام کی یکم محرم کو خسر پیغمبرؐ،شہید مصلّٰی پیغمبرؐ،مراد رسولؐ،داماد علیؓ،خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کی

شہادت کا دن ہے۔یاد رہے اسی مہینے کی دس محرم کو نواسہ رسولؐ، جگر گوشہ بتولؓ حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت کا دن ہے۔بہر کیف شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔26 ذوالحجہ کو آپؓ نماز پڑھاتے ہوئے حضرت عمر فاروقؓ کو ایک فیروز نامی مجوسی غلام نے حملہ کر کے زخمی کر دیا۔تین دن زخمی رہنے کے بعد یکم محرم کو مراد نبیؐ، داماد علیؓ حضرت عمر فاروقؓ نے جام شہادت نوش کیا اور روضہ اطہر پہلوئے رسول میں مدفون ہوئے۔پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جن کے بارے میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ عطاء اللہ کی باتیں عطائے الٰہی ہوتی ہیں۔شاہ جی فرمایا کرتے تھے کہ تمام صحابہ کرامؓ نبی پاکؐ کے مرید تھے اور عمر فاروقؓ نبی پاک کی مراد تھے۔ ناداں تجھے کیوں بغض ہے ارباب وفا سے فاروق کو تو مانگا تھا محمدؐ نے خدا سے۔

حضرت امیر شریعتؒ فرماتے تھے جو عمر کو نہ مانے وہ قبر میں چلا جائے عمر تو وہ ہے جس کو کافر بھی مانے گا اور کافر کو بھی عمر کو ماننا پڑھے گا۔ایک دفعہ ایک شیعہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میرا بچہ فوت ہو گیا ہے جب بھی پیدا ہوتا ہے تو مر جاتا ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ بچہ دے اور بچہ باقی رہے۔شاہ صاحب نے ہاتھ اٹھائے اللہ نے بچہ دے دیا بچے کو اللہ نے عمر عطا فرمائی۔چند دنوں کے بعد وہ آیا اور کہا شاہ جی علی کا کرم ہو بچہ بچ گیا شاہ صاحب نے فرمایا اگر بچے کی عمر نہ ہوتی تو کبھی نہ بچتا اگر عمر کی وفا نہ ہوتی تو بچہ کبھی بھی نہ بچتا۔اگر عمرؓ کی وفا نہ ہو تو کوئی آدمی بچ نہیں سکتا۔

قبول اسلام کا واقعہ: حضرت عمر فاروقؓ گھر سے نبی پاکؐ کے قتل کے ارادے سے نکلے راستے میں کسی نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو تمہارے، بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔جب یہ اپنی بہن کے گھر پہنچے تو دروازے سے قرآن پاک کی آواز آئی۔اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی توفیق دی یعنی آپ کے اسلام لانے کا سبب قرآن پاک کا سننا ہوا۔

کتاب ہدیٰ میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی۔

آج کے دور میں کفار، منافق مسلمانوں کو چار چیزوں سے ہٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں قرآن، نماز، جہاد، حج۔حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے بعد صحابہ کرام کو مکہ میں ایذا دینے کا سلسلہ کم ہو گیا۔شاہنامہ اسلام کتاب میں حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں اسلام کی نظم میں خاکہ ہر مسلمان کے ایمان کو تازہ کرتا ہے۔حضرت صدیق اکبرؓ نبی پاکؐ کے جمال کی تصویر اور حضرت عمر فاروقؓ آپؐ کے جلال کی تصویر، حضرت عثمان غنیؓ حیا کی تصویر، حضرت علیؓ شجاعت کی تصویر تھے۔حضرت محمدؐ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا ہیں۔نبی پاکؐ فرماتے ہیں انا دعوت ابیکم ابراھیم۔اور حضرت عمر فاروقؓ حضور پاک کی دعا کا نتیجہ ہیں" مکہ مکرمہ میں نبوت کے چھٹے سال نبی پاکؐ نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ ان دو عمروں سے جو آپ کو محبوب ہیں ان کے ذریعے سے اسلام کو قوت غلبہ عطا فرما۔ایک عمرو بن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن خطاب کو (ترمذی 617/5)

احادیث میں آپؓ کے فضائل: ☆ اللہ تعالیٰ نے حق بات کو عمر کی زبان اور دل میں رکھ دیا ہے (احمد 165/14515)

☆ آپؐ نے فرمایا میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا (ترمذی ۶۱۹/۵) (احمد ۱۵۴/۴)

☆ آپؐ نے فرمایا پہلے لوگوں میں محدث ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر ہے (بخاری ۳۴۸۶)

☆ جس راستے سے عمر گزرتا ہے شیطان بھی وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے (بخاری، مسلم)

☆ جنت میں عمرؓ کے لئے بڑا محل ہے (بخاری، مسلم)

☆ عمر کی زبان پر خدا نے حق کو جاری کر دیا ہے (بیہقی)

☆ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنا (مشکوٰۃ)

☆ میرے لئے آسمانوں پر دو وزیر ہیں، جبریل، میکائل۔ زمین پر دو وزیر ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ۔ ایک دفعہ حضورﷺ ابو بکرؓ و عمرؓ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر جا رہے تھے آپﷺ نے فرمایا ہم تینوں قیامت میں اسی طرح اٹھیں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی اہم خصوصیات: آپﷺ فرماتے ہیں انا مدینۃ العلم "میں علم نبوت کا شہر ہوں۔ وابو بکر اساسھا" ابوبکرؓ اس شہر کی بنیاد ہیں۔ وعمر جدارھا" عمرؓ اس کی دیوار ہیں یعنی عمرؓ مدینے اور نبوت کی دیوار ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں علم کے دس حصوں میں سے ایک حصہ ساری امت کو دیا گیا ہے اور نو حصے حضرت عمرؓ کو دیے گئے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی شہادت کو آپ محض ستائش آرائی نہ سمجھیں بلکہ ایک نظر تاریخی شواہد پر بھی ڈالیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کے قضایا (فیصلے) آپؓ کے اجتہادات، محکم اصول پر مبنی مضبوط نظریات اور آپؓ کے شرعی وانتظامی تفردات کو ابواب اور فصلوں کے تحت جمع کرنے کی کوشش کی جائے تو عمرؓ کے نام سے ایک دو نہیں متعدد ذخیر مجلات تیار ہو جائیں۔ فقہ کا معمولی طالب علم بھی آپ کے فیصلے اور احکام کا مطالعہ کر کے ان کی گہرائی، گیرائی، ندرت و پنہائی پر حیران رہ جاتے ہیں

حضرت عمرؓ صحابہ کرام کی نظر میں: امیر المومنین سیدنا ابوبکرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ عزیز مجھے عمرؓ ہیں (ابن عساکر) ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے عمرؓ کیا آپ مجھے اس لقب سے یاد کرتے ہیں حالانکہ میں نے خود اللہ کے رسولﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمرؓ سے بہتر کسی آدمی پر کبھی سورج طلوع نہیں ہوا۔ سبحان اللہ زبان رسالتمآبﷺ سے خیر الامت ہی کا نہیں خیر الناس کا لقب مل رہا ہے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروقؓ کی قبر روشن کرے جنہوں نے تراویح کی جماعت کا نظم قائم کر کے مساجد کو مزین کر دیا ہے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ جب صالحین کا تذکرہ کرو تو حضرت عمرؓ کے تذکرے کو مقدم رکھو کیونکہ عین ممکن ہے ان کا قول الہام ہو اور وہ فرشتے کی زبانی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں حضرت عمرؓ سبک فہم اور زود بین شخصیت تھے۔ سیدنا حضرت جعفر صادقؒ فرماتے ہیں میں اس شخص سے سخت بیزار ہوں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو بھلائی سے یاد نہ کرے۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں ہر

نیک کام میں آپ کی کوشش انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی اور آپؓ ہر کام نہایت عمدگی اور بہتری کے ساتھ کرتے تھے یہاں تک کہ اسی روش پر آپ کا انتقال ہوا۔ یہ ایک ایسے عینی شاہد کی شہادت ہے جس نے حضرت عمر فاروقؓ کو بہت قریب سے دیکھا ۔الفاظ پر غور کرلیجئے اور پھر دیکھئے کہ ''کان اجلدو اجود'' سے بڑھ کر آپ کا مکمل سراپا علم وعمل اور کیا ہوسکتا ہے۔ امام محمد بن سیرینؒ تمام امت کا یہ ایمانی وقلبی فیصلہ ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ سے محبت رکھتا ہو اس کے متعلق یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ حضرت صدیقؓ وفاروق اعظمؓ سے محبت نہ رکھے اور ان کی شان میں گستاخی کرے۔

خلافت وحکومت: حضرت عمر فاروقؓ نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ھجری کو منصب خلافت سنبھالا اور کمال قوت، حسن سیاست سے آپ نے خلافت کی مسند کو ایسی رونق بخشی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے دور ہی میں دوسال ان کے بطور مشیر وزیر خصوصی کے کام کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وصیت کے مطابق آپؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور آپؓ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا تو میں کہوں گا کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے امت میں سے افضل سمجھا اسے امت کا امیر بنایا ہے۔

فتوحات: آپ کے دور میں تین سو علاقے فتح ہوئے۔ آپؓ کے دور میں ۹۰۰ جامع مساجد اور ۴۰۰۰ عام مساجد تعمیر ہوئیں۔ آپ نے دس سال چھ ماہ دس دن تک ۲۲ لاکھ مربع میل پر اسلامی خلافت وحکومت قائم کی۔ آپؓ رات کو مدینہ طیبہ میں گشت فرماتے کہ کہیں کوئی سائل آپ تک نہ پہنچ سکا اس پر وہ واقعہ ایک عورت کا بچہ بھوکا تھا اور وہ اس کو بہلا رہی تھی پھر آپؓ نے اس کے بعد ہر پیدا ہونے والے بچے کا پہلا وظیفہ مقرر فرمایا۔ قیصر وکسریٰ دنیا کی بڑی سلطنتوں کا خاتمہ آپ ہی کے دور میں ہوا۔ اس کے علاوہ فتوحات عراق، ایران، روم، ترکستان اور دیگر بلاد عجم پر اسلامی عدل کا پرچم لہرانا سیدنا فاروق اعظمؓ کا بے مثال کارنامہ ہے۔ آپؓ کے دور میں ایک دفعہ زلزلہ آیا تو آپ نے زمین پر کوڑا مارا کہ اے زمین رک جا میں نے تیرے اوپر کبھی ظلم نہیں کیا ہمیشہ عدل کیا اس پر زلزلہ موقوف ہوگیا۔ نہر سویز بنانا جو انگریزوں نے بارہویں صدی میں بنائی تھی یہ تجویز عمر فاروقؓ کی تھی کہ بحیرہ عرب کو بحیرہ قلزم کے ساتھ ملا دیا جائے۔

حضرت عمرؓ کی خدمات ''اولیات'':

آپؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے ۱۴ ھجری رمضان میں بیس تراویح کا حکم صادر فرمایا اور آج بھی حرمین شریفین میں بیس تراویح ادا کی جارہی ہے۔ آپ نے ملک سن ہجری کا آغاز فرمایا۔ محکمہ پولیس قائم کیا اور فوجی بھرتی کو لازمی قرار دیا۔ آپ کے دور میں کوئی شخص بھوکا، ننگا اور مقروض نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر فرات کے کنارے پر کوئی کتا بھوکا پیاسا مر گیا تو عمر کو خطرہ ہے اللہ تعالیٰ اس کا بھی پوچھے گا۔ آپ نے قرآن پاک کو جمع کرنے کی تجویز پیش کی۔ آپؓ نے نادار، بیوہ، مفلسوں، یتیموں، بوڑھے، ذمیوں اور جزیہ (ٹیکس) سے نوازا۔ آپؓ نے قائدین، والیوں کے لئے مجلس مشاورت قائم کی جو راتوں کو حال احوال معلوم کرنے کے لئے گشت کرتے تھے اور جنرل مقرر کئے جس میں لشکر والوں کے

نام، وظائف کا اندراج کیا اور آپ مہمان خانے بنوائے۔ آپؓ نے مکاتب مدارس قائم کیے۔ آپ نے موذنین، اماموں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ آپؓ کے دور میں حفاظ کرام کی تعداد بہت زیادہ تھی ایک فوجی افسر کو لکھ کر بھیجا کہ حفاظ کو میرے پاس بھیج دو تو سعد بن وقاصؓ نے جواب میں کہا کہ میری فوج میں تین سو حافظ ہیں (کنز العمال ج ا ص ۲۲۴)۔ آپؓ کے کارناموں سے متاثر ہو کر گبن عیسائی مورخ نے اپنی کتاب ہسٹری آف اسلام میں لکھا ہے کہ پوری دنیا میں سو بڑے آدمی ہیں ان میں سے پہلا نمبر حضورﷺ کا، تیسرا نمبر حضرت عمرؓ کا ہے یعنی فضیلت اس کو کہتے ہیں کہ دشمن بھی تعریف کرے۔ آج غیر مسلموں کا فروں کو حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا عدل، انصاف، کردار، برتری سمجھ میں آتی ہے لیکن اپنوں کو سمجھ نہیں آتی۔ وہ انگریز عیسائی لکھتا ہے کہ فاروق اعظمؓ جو کام کیا ہے اس کی مثال کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ مسجد نبویﷺ کی تعمیر کے وقت ایک بندہ آیا پوچھا عمرؓ کہاں ہے، حضرت عمرؓ اس وقت برتنوں میں گارا ڈال رہے تھے اس نے کہا یہ زہر کی شیشی ہے اس کو اگر دشمن بھی سونگھے تو موت واقع ہو جاتی ہے حضرت عمرؓ نے بسم اللہ پڑھی اور شیشی پی لی وہ آپ کو دیکھ کر بے ہوش ہو گیا اور زمین پر گر گیا تھوڑی دیر بعد ہوش میں آیا تو اس نے کہا آپ نے اس پر دم تو نہیں کیا تو آپ نے اسے کہا اے بتوں کو پوجنے والے تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ زہر مارتا ہے مجھے میرے مصطفیﷺ نے سکھایا ہے کہ جب تک خدا نہ مارے دنیا کی کوئی طاقت نہیں مار سکتی۔ آپ نے وہ زہر کی بوتل پکڑ کر مسجد نبویﷺ کی مٹی اس میں ڈال دی جس سے وہ مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔

<u>شہادت:</u> وفات سے پہلے ساڑھے دس سال خلافت کے ہونے والے تھے آپ یہ دعا فرماتے "اللھم ار زقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل قبری فی بلد حبیبک" اللہ نے آپؓ کی دعا قبول فرمائی۔ آپؓ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ ابولولوہ فیروز نامی مجوسی غلام صف میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت مسجد میں چراغ نہیں ہوتے تھے آپ نے جونہی قرآت شروع کی اس نے دودھارے خنجر سے وار کیا جس سے آپ زخمی ہو کر گر پڑھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آگے بڑھ کر مختصر قرآت کر کے نماز مکمل کی۔ مسلمانوں کی خدا پرستی دیکھیں کہ خلیفہ پاس ہی خاک و خون میں لت پت ہیں پھر بھی انہوں نے نماز ادا کی اور حسینؓ نے تلواروں کے سائے میں بھی نماز کو نہیں چھوڑا۔ فیروز مجوسی باہر نکلا مزید سات صحابہ کرام کو زخمی کیا جب ایک صحابی نے اسے پکڑنا چاہا اس پر کمبل ڈالا تو اس نے خودکشی کر لی اور جہنم واصل ہوا۔ آپؓ ۲۶ ر ذوالحجہ ۲۳ ھجری کو زخمی ہوئے اور یکم محرم الحرام ۲۳ ھجری کو شہادت سے سرفراز ہوئے۔ بوقت شہادت عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ نماز جنازہ حضرت صہیبؓ نے پڑھائی اور آپؓ کی تدفین آپﷺ کے روضہ اقدس میں ہوئی۔ آپؓ کی انگوٹھی میں یہ وصیت لکھی ہوئی تھی کفی بالموت واعظ یاعمر۔ اے عمر موت کافی ناصح ہے (تاریخ الخلفاء)

<u>آخری گزارش:</u> حضرت عمر فاروقؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ ہمارے ملک اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا جس کا مطلب لا الہ الا اللہ اور یہ وعدہ کیا گیا تھا یہاں پر قرآن وسنت، خلافت راشدہ کا نظام جس کی خاطر لاکھوں مسلمان

، ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اب چونسٹھ سال ہو گئے ہیں ابھی تک اسلامی قانون نافذ نہیں ہوا جس کی سزا ملک میں بدامنی، مہنگائی، بیروزگاری اور افراتفری کا شکار ہے۔ آٹا، بجلی، گیس سب غائب ہیں۔ لہٰذا پاکستان کی بقا اللہ اور اس کے رسول ﷺ، خلفائے راشدینؓ کے حکموں کی تابعداری کرنے میں ہے۔ لہٰذا آج ہم مسلمان عزم کریں کہ ہم حضرت عمر فاروقؓ کے سیرت و کردار کو اپنائیں گے اور ایک مثالی مسلمان بننے کی کوشش کریں گے اس لئے پورے ملک میں سرکاری اور عوامی سطح پر دیگر چھٹیاں منائی جاتی ہیں لہٰذا یکم محرم کو بھی خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی حیات و خدمات ، خلافت، شہادت، مثالی کردار کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے عشرہ فاروق و حسین سیمینار، محافل، کانفرنسوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اور سب سے اہم ذمہ داری علمائے کرام اپنے جمعہ کے خطبات میں اور اہل قلم اخبارات، رسائل، جرائد میں مضامین لکھ کر اپنا حصہ ڈالیں۔ ہماری حکومت کا فرض ہے کہ خلفائے راشدین کے ایام شہادت و وفات کو سرکاری سطح پر منایا جائے اور ان دنوں میں پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا کی نشریات اسلام کی ان محسن شخصیات کے ذکر و عمل کے لئے وقف ہو اور سب انہی کے حضور میں اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کریں۔ لہٰذا یکم محرم کو یوم شہادت فاروق اعظمؓ کو باقی چھٹیوں کی طرح سرکاری سطح پر چھٹی کا اعلان کیا جائے۔

(بقیہ صفحہ ۱۷ سے) **پیر مشرق: سراج الاسلام سراجؔ**

مختلف سکولوں میں اساتذہ کے تدریسی ورکشاپ کے لیے بلائے جاتے' کئی دفعہ ان کا لیکچر سننے کا اتفاق ہوا' لیکچر شروع کرتے تو ساحرانہ انداز میں حاضرین کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتے' تادم آخر سننے والے ہمہ تن گوش ہو کر آپ کے ساتھ تدریسی عمل میں شریک ہوتے۔ ماہرانہ تدریسی نکات سے نوآموز اساتذہ دامن علم بھر لیتے۔ ایسے اوصاف' وضع قطع کے اساتذہ اب کہاں؟ یوں لگا جیسے یہ روایت ان ہی پر ختم ہو گئی ہو!''اب اسے ڈھونڈ چراغ رُخ زیبا لے کر''

وہ اسلاف کی بے مثل نشانی تھے۔ تدریسی زندگی کے بے شمار قصے سناتے اور یوں ہر نکتہ تجربات و مشاہدات کا گنجینہ بن جاتا۔ وہ ایک فرد نہیں بلکہ ایک ہی ذات میں مختلف شخصیتوں کے اجتماع کا نام تھا۔ انہیں مرحوم لکھوں تو کیسے؟ زندہ فکر و فن کا خالق عدم میں رہ کر بھی موجود رہتا ہے کیونکہ ان کی تخلیق زندہ ہوتی ہے۔ پیر مشرق کا تعلق بھی صاحبانِ علم اور قلم کاروں کے اسی قبیلے سے تھا۔ وہ عالمِ باعمل' استادِ باکمال' ماہرِ تعلیم' شاعر و مترجم' خطاط' ماہرِ علم عروض' علم الاعداد' علمِ تقویم' لسانیات' (پشتو' اردو' عربی' فارسی' انگریزی) اور نہ جانے اور کن صفات و خصوصیات کا مجموعہ تھے۔ پیر مشرق علم و عمل کا مخزن' مطالعات و مشاہدات و تجربات کا گنجینہ' کلاسیکی ادب کا شناور اور تہذیبی روایات کا آخری پیکرِ جلیل تھے۔ ان کے جانے سے یوں محسوس ہوا جیسے پورا ایک زمانہ اُٹھ گیا ہو۔

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

نکتہ نظر: جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق سربراہ افواج پاکستان

واشنگٹن۔لندن‘میموگیٹ سازش

یہ سازشی مراسلہ واشنگٹن میں تیار کیا گیا جسے پاکستان کے سفیر حسین حقانی نے منصور اعجاز کولکھوایا جو امریکی کاروباری شخص ہے اور پھر دونوں ۱۰ مئی کولندن پہنچے جہاں برطانوی چیف آف سٹاف سر ڈیوڈ رچرڈز اور وزارت دفاع کے سیکرٹری سے ملاقات کی اور مراسلے کی منظوری حاصل کرنے کے بعد واپس واشنگٹن آئے اور مراسلہ امریکہ کے قومی سلامتی کے مشیر جنرل جیمز جونز کے حوالے کیا جنہوں نے ایڈمرل مائیک مولن تک پہنچایا۔اس سازشی مراسلے میں منصوبے کی تفصیل درج تھی جس کے مطابق پاکستان میں حکومت کی تبدیلی کے بعد مختلف اہداف حاصل کرنا مقصود تھا۔دراصل یہ منصوبہ ایک بین الاقوامی سازش ہے جس کی ایک اہم کڑی نئی دہلی ہے جس کا ذکر اگر اس داستان میں شامل ہوجائے تو ’’سازش کی مثلث‘‘ مکمل ہوجاتی ہے۔

منصوبے پر عمل درآمد کیلئے پہلے مرحلے میں ایبٹ آباد کمیشن کو ملنے والے شواہد کوسبوتاژ کرنا تھا جیسا کہ سانحہ 9/11 کے معاملے میں جلد بازی میں فیصلہ سنا کر اسامہ بن لادن اور القائدہ کو مجرم قرار دیا گیا اور افغانستان پر چڑھائی کی راہ ہموار کی گئی اور افغانستان کو اسامہ اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دینے کے جرم میں اب تک سزا دی جارہی ہے۔اسی طرح ایبٹ آباد کمیشن کے ذریعے پاک فوج کی اعلیٰ کمانڈ اور آئی ایس آئی کو موردالزام ٹھہرانا مقصود تھا کہ وہ امریکی میرینز کی آمد اور کاروائی کا سراغ لگانے میں ناکام ہوئے اور اسامہ بن لادن کو پاکستانی سرزمین پر قتل کردیا گیا۔اس طرح کمیشن کی رپورٹ کے ذریعے آرمی چیف اور آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کو برطرف کرنا آسان ہوجاتا جو کہ پہلے ہی توسیعی مدت ملازمت پر ہیں‘اور ان کی جگہ اور تمام دوسرے اہم مناصب پر تعیناتی کیلئے ’’اپنے وفاداروں‘ پر مشتمل نئی قومی سکیورٹی ٹیم (National Security Team) بنائی جاچکی تھی‘جس کی ذمہ داری تھی کہ وہ معاملات کوسنبھالے گی اور ملٹری وسیاسی قیادت میں موجودہ ہم آہنگی کے فقدان کو ختم کردے گی۔‘‘اگر یہ منصوبہ کامیاب ہوجاتا تو افپاک پالیسی کے اہداف پورے ہوجاتے اور افغانستان سے امریکی اور نیٹو افواج کے پرامن انخلاء کو بھی یقینی بنایا جاسکتا تھا اور اس پورے علاقے میں بھارت کی بالادستی قائم ہوجاتی۔

پاکستان کی نئی حکومت‘ شمالی وزیرستان میں امریکہ اور اتحادیوں کو کاروائی کرنے کی اجازت دیتی تاکہ حقانی

نیٹ ورک اور دہشت گردوں کے ٹھکانوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔اگر ایسا ہو جاتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ امریکہ اس پوزیشن میں ہوتا کہ طالبان سے اپنی شرائط منوا کر افغانستان میں اپنے وفاداروں پر مشتمل حکومت بنا سکتا اور خطے میں اپنا اثر ورسوخ قائم رکھ سکتا۔اس کامیابی کی صورت میں ''امریکہ کو پاکستان کے ایٹمی اثاثوں تک رسائی بھی مل جاتی'' جس کے بعد وہ مطالبہ کرتا کہ ''بھارت کے حوالے سے پاکستان کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کی جائے اور پاکستان مجبورا افغانستان سے لے کر سری لنکا تک بھارتی بالادستی کو تسلیم کر لیتا اور اپنی افواج کا زیادہ حصہ مشرقی سرحدوں سے نکال کر پاک افغان سرحد پر متعین کرنے پر مجبور ہوتا اور بھارت کو 'پسندیدہ ترین ملک' کا درجہ دے کر بہترین ہمسائیوں جیسے تعلقات استوار کرتا تا کہ باہمی تجارتی سرگرمیوں کو فروغ ملے۔اور وہ تمام پاکستانی کہ جنہیں ممبئی میں دہشت گردی کے واقعہ میں موردالزام ٹھہرایا گیا ہے انہیں بھارت کے حوالے کر دیا جاتا۔ایسی مثالی حکومت کے قیام کے بعد وزیراعظم کیلئے 'حسین حقانی' سے زیادہ موزوں شخصیت اور کوئی نہیں تھی جو کہ پاکستان' بھارت اور امریکہ کے مابین بہترین باہمی تعلقات کی ضمانت دے سکے۔

پاکستان میں تبدیلی کا یہ عمل اس وقت شروع کیا گیا تھا جب ستمبر کے مہینے میں ایم کیو ایم حکومت سے علیحدہ ہوئی اور حزب اختلاف کی جماعتیں بھی حکومت کے خلاف ایک متحدہ اتحاد قائم کرنے کیلئے سرگرم ہو گئیں تا کہ ایک سیاسی تحریک چلائی جا سکے لیکن حکومت پاکستان نے نہایت سرعت سے MQM کے خلاف کاروائی کرتے ہوئے ممکنہ تحریک کو قبل از وقت ناکام بنا دیا۔اس کا اظہار کرتے ہوئے میں نے اپنے مضمون بعنوان ''ملکی سیاست اور بیرونی جارحیت'' میں کہا تھا کہ: ''زرداری کامیاب ہو گئے اور حکومت کی تبدیلی کی سازش ناکام ہو گئی ہے کیونکہ ایم کیو ایم کمزور ہو گئی ہے اور بری طرح پٹ گئی ہے۔'' اس طرح پہلے مرحلے میں زرداری کو کامیابی ملی لیکن حقیقی مشکل کی گھڑی اب ہے۔حزب اختلاف 'واشنگٹن۔لندن میمو' کے معاملے کو خوب اچھال رہی ہے جبکہ حکومت اور حسین حقانی بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں۔ان کی مدد کیلئے برطانیہ کے چیف آف سٹاف' سر ڈیوڈ رچرڈز اسلام آباد پہنچ چکے ہیں' وزیراعظم گیلانی سے بھی ملے ہیں اور متحرک ہیں۔حسین حقانی اپنی صفائی پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں اور اپنا استعفیٰ صدر زرداری کو دے دیا ہے اور کہا ہے کہ ''یہ سب ایک بین الاقوامی سازش ہے جس کے خلاف سخت تادیبی کاروائی کرنا ضروری ہے۔'' دوسری جانب عمران خان کا تیسری قوت کے طور پر ابھرنا بھی قوم کے سیاسی مستقبل میں اہمیت کا حامل ہے۔عدالت عظمیٰ بھی اپنے فیصلوں پر عمل درآمد یقینی بنانے کیلئے روبہ عمل ہے جو کہ اب تک سزا سے بچنے کیلئے نظرانداز کئے جاتے رہے ہیں۔ایسے مشکل حالات کے باوجود مسلح افواج نہایت بردباری اور تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا تاریخی کردار ادا کرنے کی منتظر ہیں۔

بدترین حکمرانی کے سبب عوام کی مایوسی اور غیض وغضب میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے اور وہ 2013ء سے

قبل ہی تبدیلی حکومت کا مطالبہ کررہے ہیں لیکن اس کے باوجود جمہوری نظام کی بقا کیلئے خطرناک ترین بات سول اور فوجی اداروں کے مابین بڑھتی ہوئی بداعتمادی ہے جسے واشنگٹن۔لندن میموسازش سے متعلق منصور اعجاز کے انکشافات نے مزید بھڑکا دیا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک نہایت اہم معاملہ ہے، جس سے نمٹنے کیلئے سول اور ملٹری کے اکابرین کو تدبر اور بصیرت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل معاملات خاصی اہمیت کے حامل ہیں:

☆ واشنگٹن اور لندن میں تیار کی جانے والی اس سازش میں بظاہر صدر زرداری کا کوئی رول نظر نہیں آتا ماسوائے منصور اعجاز کے اس بیان کے کہ حسین حقانی نے انہیں یقین دہانی کرائی تھی کہ 'زرداری نے اس کام کی منظوری دی ہے'۔ یہ بات غلط بھی ہوسکتی ہے۔ اس حوالے سے منصور اعجاز نے حقانی کو تنبیہ کی تھی کہ اگر اس خط کا کسی سے ذکر کیا تو اس کے نتائج بہت خطرناک ہوں گے۔ جیسا کہ 1996ء میں محترمہ بےنظیر بھٹو کے دور میں بھی اسی قسم کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا تھا لیکن اس کا انکشاف ہوجانے سے محترمہ کو حکومت سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ اس معاملے کا باعث حیرت پہلو یہ ہے کہ 996 اور 2011 میں رونما ہونے والے ان دونوں واقعات میں یہی دونوں کردار ملوث ہیں، یعنی منصور اعجاز اور حسین حقانی، جو اس سازش کا حصہ ہیں۔

☆ واشنگٹن۔لندن میموگیٹ سازش کے تحت اس وقت ملک میں سول، فوج اور تکنیکی ماہرین پر مشتمل ایک قومی سکیورٹی ٹیم بن چکی ہے جو تبادلوں اور ضروری ردوبدل کے ذریعے 'نئے نظام میں ہم آہنگی پیدا کرنے' کی ذمہ دار ہے۔ بلاشبہ یہ ایک ایسی سازش ہے جو ملک کے وفادار حکومتی عہدیداروں اور سیاستدانوں میں تفریق کا باعث بنے گی۔ عسکری اور قومی قیادت کے درمیان اختلافات بڑھیں گے جو خطرناک صورت حال کا سبب بن سکتے ہیں۔

☆ اس طریقے سے تبدیلی لانے کا مقصد امریکہ اور بھارت کو ایسی مراعات اور سہولتیں دینا ہے جس کے سبب قومی سلامتی کے اہم معاملات اور ملکی مفادات پر ضرب لگے گی۔ اس سازش میں امریکہ، برطانیہ اور بھارت ملوث ہیں۔ یہ بین الاقوامی سازش ہے جس کے خلاف پاکستان کو اقوام متحدہ سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

واشنگٹن۔لندن میموسازش، اندرون ملک ایک انتہائی سنگین معاملہ ہے جس پر آنے والے چند مہینوں میں بحث اور مذاکرے بھی ہوں گے اور احتجاج بھی ہوں گے جس سے ملک کا سیاسی درجہ حرارت خاصا گرم رہے گا اور تبدیلی کی تحریک میں تیزی پیدا ہوگی جو کہ اب ناگزیر ہوچکی ہے۔ اس نازک ترین موقع پر حکومت وقت، حزب اختلاف، سول سوسائٹی، عدالت عالیہ اور مسلح افواج کی یہ مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ تبدیلی کی اس تحریک کو صحیح سمت پر قائم رکھنے کیلئے اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ انہیں نرم مزاجی، فہم و فراست اور بہترین عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے قوم کو صحیح راہنمائی فراہم کرنا ہے تاکہ ہمارا سیاسی جمہوری نظام صحیح معنوں میں فعال ہوسکے۔

جناب بہرہ مند

سرمایہ دارانہ نظام اپنے انجام کے قریب

ایک فیصد سرمایہ دارانہ طبقے کیخلاف دنیا بھر میں بگل بج چکا ہے کیا یہ تبدیلی کا پیش خیمہ ہے

''وال سٹریٹ پر قبضہ کرو'' کی تحریک بنیادی طور پر عربوں کی اب رائزنگ تحریک سے متاثر نظر آتی ہے خصوصاً مصر کے تحریر چوک کی طرز پر اس تحریک کیلئے نیو یارک کے ''زدکوٹی پارک'' کو منتخب کیا گیا ہے۔ اس تحریک میں شامل احتجاجی مظاہرین سماجی اور معاشی تفریق کے خلاف سڑکوں پر نکلے ہیں اس کیساتھ ساتھ چند افراد یا اداروں کی طرف سے دولت کمانے کے اندھے لالچ کا بھی یہ مظاہرین خاتمہ چاہتے ہیں۔

بڑی کمپنیوں کی معاشیات کے میدان میں اجارہ داری کو یہ مظاہرین اپنے معاشی مسائل کی بڑی وجہ قرار دے رہے ہیں اسکے علاوہ مظاہرین یہ بھی سمجھتے ہیں کہ معاشیات کے میدان کے یہ طاقتور کھلاڑی حکومتوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس تمام پس منظر میں نو اکتوبر کو امریکہ کے مختلف شہروں میں مظاہرے شروع ہوئے جو دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے ستر بڑے شہروں تک پھیل گئے صرف امریکہ میں 600 مقامات پر اس تحریک کے تحت مظاہرے کئے گئے۔

آ کیو پاؤ وال اسٹریٹ تحریک زدکوٹی پارک سے چند سو نوجوانوں نے شروع کی تھی۔

اگرچہ یہاں دنیا کی اس سب سے پرانی جمہوریت میں کوئی ضیاء الحق تخت نشیں نہیں ہے لیکن ہزاروں امریکی بہر حال اس ایک مربع میل میں اقتصادی مارشل لاء کے خلاف جدوجہد کرنے نکلے ہیں جسے میں سرمایہ داروں کا سوویت یونین کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

آ کیو پاؤ وال اسٹریٹ مہم گزشتہ ماہ 17 ستمبر کو کینیڈا کے جریدے 'ایڈ بسٹر' کی اپیل پر امریکہ کی وال سٹریٹ کیساتھ والے زدکوٹی پارک سے چند سو نوجوان نے شروع کی تھی اب نیو یارک سمیت امریکہ کے آٹھ سو چھوٹے بڑے شہروں میں یہ مہم پھیل چکی ہے۔ بلکہ اب تو اگر اسے شمالی امریکہ سے اٹھنے والی تحریک کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کیونکہ اب یہ کینیڈا کے شہروں ٹورنٹو اور وینکوور تک پہنچ چکی ہے۔

'آ کیو پاؤ وال اسٹریٹ' تحریک کا نہ تو کوئی تنظیمی ڈھانچہ ہے، نہ اسے کسی پارٹی کا ٹھپہ اور نہ اسکا ایجنڈا یا

مطالبات کی فہرست ہے۔ یہ تحریک امریکہ میں بقول ان لوگوں کے کارپوریٹ لالچ اور امیر غریب کے درمیان ہونے والی خلیج کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ میں طبقاتی جنگ کا بگل بج چکا ہے؟

اس کا جواب شاید اتنا آسان نہیں لیکن یہ لوگ موجودہ اقتصادی نظام کی جگہ ایک نئے سماجی آرڈر کی بات ضرور کررہے ہیں۔ یہ امریکہ کے بے تاج شہزادے اور شہزادیاں اقتصادی جبر کے خلاف اٹھ کر آئے ہیں جنہیں شروع میں تو دو ہفتوں تک امریکی مین اسٹریم الیکٹرانک پرنٹ میڈیا نے جگہ نہیں دی یہاں تک کہ وال اسٹریٹ جرنل، جو کہ زیادہ تر وال اسٹریٹ اور دنیا کے معاشی سیاسی امور کو کور کرتا ہے اس میں بھی یہ امریکی نوجوان دو کالمی خبر نہیں بن سکے تھے۔ لیکن اب وال اسٹریٹ تحریک والوں نے امریکہ سمیت دنیا بھر کی نامور اور نیک نام شخصیات کو اپنی طرف کھینچا ہے۔

اس تحریک نے مسٹیزن جرنلزم ایجاد کی ہے جس کا مطلب ہے کہ اپنے کیمروں اور موبائل فون پر تصاویر اور خبریں آپ اپنے فیس بک یا آکیوپاؤ وال اسٹریٹ کی ویب سائٹ پر پوسٹ کرسکتے ہیں۔

امریکہ میں بائیں بازو نظریات کے حامی پروفیسر نوم چومسکی جنہوں نے امریکہ کی موجودہ اقتصادی صورتحال کو ''بیروزگاری کا بڑا بحران'' قرار دیا ہے انہوں نے وال اسٹریٹ تحریک کو امریکہ تاریخ کا ایک انتہائی غیر معمولی اور امید افزا واقعہ قرار دیا ہے۔

کیا آپ لوگ بائیں بازو نظریات کے حامی ہو، میرے ایک صحافی دوست نے اپنی نظریاتی تشفی کیلئے زوکوٹی پارک میں دھونی رمائے ان نوجوان سے پوچھا تو ان کا کہنا تھا نہیں ہم لوگ کسی بازو کے نہیں۔

وال اسٹریٹ تحریک والوں کیساتھ زوکوٹی پارک میں آکر یکجہتی کا اظہار وحمایت کرنے والوں میں کئی سرکردہ شخصیات شامل ہیں جن میں فلم ساز مائیکل مور، نوبل انعام یافتہ امریکہ ماہر جوزف اسٹگلٹز، اداکارہ سومن سارا ڈون، امریکی ریپ سنگر کینی ویسٹ، ہپ ہاپ بزنس دنیا کے کروڑ پتی رسل سائمنس شامل ہیں۔ جبکہ وال اسٹریٹ کی حمایت کرنے والوں میں لکھاری وناول نگار سلمان رشدی اور پولینڈ کے نوبل انعام یافتہ رہنما لیچ ویلسا بھی شامل ہیں۔ امریکہ کی سب سے بڑی مزدور یونینوں کی چھتری تنظیم امریکن فیڈریشن آف لیبر (اے ایف ایل۔ سی آئی او) نے بھی ان کیساتھ مظاہروں میں شامل ہوکر انکی حمایت کا اظہار کیا ہے۔ امریکی صدر باراک اوبامہ نے بھی ان نوجوانوں کو ''حق پر'' قرار دیا ہے۔

ان مظاہرین کی سب سے متاثر کن بات انکا مکمل طور پر امن ہونا ہے میڈیا ان احتجاجی نوجوانوں کا کھڑکی توڑ تصور دیکھنا چاہتی ہوگی لیکن یہ انیس سو ساٹھ کی دہائی کی سول حقوق کی تحریک کی یاد دلاتے ہیں۔

2011ء کے وسط میں کینیڈا سے تعلق رکھنے والا Adbusters Media Foundation نے جمہوری نظام پر مالیاتی اداروں کے تسلط کے خلاف پرامن احتجاج کی تجویز وں جس کا مقصد دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور

معاشی ناانصافی کے باعث عالمی معاشی بحران کا تدارک کرنا تھا۔ مذکورہ فاؤنڈیشن کے مطابق یہ آئیڈیا ان کے ایک ای میل میں دیا گیا تھا جسے دنیا بھر کے لوگوں نے اپنا لیا اسکے بعد مظاہرین نے ایک پوسٹر تیار کیا جس میں وال سٹریٹ کے موٹو ''بیل'' پر ایک ڈانسر کو دکھایا گیا اس کیساتھ ساتھ ہی اس پوسٹر پر لکھ دیا گیا ''ہم صرف ایک مطالبے سے اپنی تحریک شروع کررہے ہیں کہ ایک صدارتی کمیشن کے ذریعے پیسے کو سیاست سے الگ کیا جائے۔ ہم امریکہ کیلئے ایک نیا ایجنڈا دینے جارہے ہیں''۔ گمنام سماجی کارکنوں نے اپنے رضا کاروں کو بھی ترغیب دی کہ وہ اس احتجاج میں شرکت کریں جس کے باعث ان مظاہروں کی طرف لوگ متوجہ ہوتے رہے۔ مین ہٹن میں لوگ خیمہ، کچن، آٹمو ساتھ لے کر وال سٹریٹ پر پرامن قبضہ کرنے پہنچ گئے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ امریکہ میں لاہمان برادرز بینک Lehmen Brothers کے دیوالیہ ہونے کے تین برس بعد یہ تحریک شروع کی گئی۔ اس سلسلے میں فاؤنڈیشن کے ایک اہلکار کا کہنا ہے کہ جب معاشی بدحالی ظاہر ہونے لگی تو یہ محسوس کیا جارہا تھا کہ تبدیلی آرہی ہے۔ اوبامہ ہر قسم کے قوانین پاس کررہے ہیں اور ہمیں ایک نیا بینکاری نظام ملے گا جس کے بعد ہم لوگ معاشی دھوکہ بازوں کو انصاف کے کٹہرے میں لاکھڑا کردیں گے۔ یہ اس قسم کی سوچ تھی کہ ہم نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو عملی طور پر ایسا کرے گا۔ خاص کر جوان طبقے میں یہ سوچ خاصی مضبوط تھی تاہم آہستہ آہستہ یہ سوچ مایوسی میں بدل گئی اور آج ہم دوبارہ بددل ہوچکے ہیں۔

اگرچہ Adbusters Media Foundation کے زیر سایہ چلنے والے Adbusters Magazine نے اس قسم کی تحریک کی تجویز دی تھی تاہم مظاہروں میں کوئی لیڈرشپ سامنے نہیں آئی۔ دوسرے گروپ جو اس تحریک میں شامل ہوئے ان میں نیویارک کی جنرل اسمبلی بھی شامل ہے۔ ان مظاہروں میں مختلف النوع سیاسی نظریاتی رکھنے والے لوگ ایک ساتھ شریک ہوئے۔ سی این این کی ایک رپورٹ کے مطابق مظاہرین اس لئے خوش قسمت ثابت ہوئے کہ زوکوٹی پارک نجی ملکیت ہے جسکے باعث مظاہرین کو قانونی طور پر بزور طاقت پولیس بے دخل نہیں کرسکتی دوسرے الفاظ سے مظاہرین کو بے دخل کرنیکا اختیار حاصل ہے ان مظاہروں سے قبل 17 ستمبر کو نیویارک کے میئر مائکل بلوم برگ نے پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ لوگوں کو مظاہروں کا حق ہے اور اگر لوگ احتجاج کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان کیلئے جگہ مخصوص کرکے خوشی ہوگی۔

اس احتجاج کو 1990ء کی دہائی میں اٹھنے والی اس تحریک سے بھی جوڑا جارہا ہے جو Corporate globalization کیخلاف ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے سیٹل میں ہونے والے اجلاس کے موقع پر شروع کی گئی تھی۔ اب حالیہ تحریک کا ایک مقبول نعرہ یہ ہے کہ ہم 99 فیصد ہیں جبکہ منافع میں ایک فیصد افراد کا حصہ بڑھتا جارہا ہے۔

اس تحریک میں شرکت کرنے والوں کے مقاصد الگ الگ ہیں تاہم اس کے باوجود ان میں کوئی جھگڑا یا

اختلاف نہیں۔تحریک کے بنیادی محرک Adbuster کے مطابق کہ تحریک کا مرکزی مطالبہ یہ ہے کہ صدر اوبامہ ایک صدارتی کمیشن کا اعلان کریں جو واشنگٹن میں عوامی نمائندوں پر رقم کے ذریعے دباؤ ڈالنے کے ہتھکنڈوں کا خاتمہ کرے۔

اس تحریک میں شامل ایک سرگرم کارکن مائیکل مور نے تجویز دی ہے کہ یہ احتجاج عام مظاہروں کی طرح کا احتجاج نہیں ہے بلکہ اس احتجاج کے ذریعے مختلف قسم کے مطالبات سامنے آ رہے ہیں جس میں بنیادی نقطہ یہ ہے کہ حکومت کی کرپشن اور بڑے مالیاتی اداروں کے کرتا دھرتاؤں کا امریکی قانون ساز اداروں پر اثرات کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ اس احتجاج میں شامل چند لوگوں کو یقین ہے کہ امریکی صدر ایک فیصد کی بجائے 99 فیصد افراد کیساتھ رہنمائی کیلئے کھڑے ہو جائیں گے۔

دو ہفتوں کے بعد ہی مظاہرین دو گروپوں میں بٹ گئے ایک گروپ کا خیال ہے کہ ایک ایسا ڈرافٹ تیار ہونا چاہیے جس میں امریکہ میں دولت کی منصفانہ تقسیم کی تجاویز ہوں۔دوسرے گروپ کا خیال ہے کہ احتجاج کی لہر جاری رکھی جائے تو حکومت خود آگے آ کر ایسی تجاویز تیار کرے گی اس حوالے سے آن لائن بحث و مباحثہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ احتجاج میں شریک ایک شخص نے خود سے چند مطالبات آن لائن دیئے تو انہیں مظاہرین کے مطالبات سمجھنے کی غلطی کر لی گئی اس تمام صورتحال کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابھی تک باضابطہ کوئی مطالبات سامنے نہیں آئے۔اس کیساتھ ساتھ احتجاج میں شریک افراد کو اس لئے بھی تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ ان کی تحریک کسی ایجنڈے سے محروم ہے نیویارک ٹائمز کی ایک رپورٹ میں اس تحریک پر تنقید کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ تحریک کے محرکین میں فیصلہ کرنے کی اہلیت نہیں ہے پروگریسو مہم کی خواہش کو اگر آگہی میں تبدیل نہ کیا گیا تو اس تحریک میں شامل نوجوان طبقے کو مزید چیلنجز کیلئے تیار رہنا ہوگا۔روزگار طلبہ کے قرضوں کی ادائیگی ،ایسے رہنمائی اور تجاویز جن کے باعث رقم ختم ہو جانے کے باوجود تعلیم جاری رکھی جا سکے سامنے آنی چاہیئں۔اس کے جواب میں تحریک میں شامل ایک کارکن کا جواب بھی دلچسپی سے خالی نہیں ان کا کہنا ہے۔ ’’کیا واقعی کوئی نہیں جانتا کہ ہمارے احتجاج کا مقصد کیا ہے ہم دنیا کو بتا رہے ہیں کہ وال سٹریٹ کرپشن اور معاشی جرائم کا ارتکاب کر رہی ہے جو حکومت کے فیصلوں پر بھی اثر ڈالتی ہے۔سرمایہ دارانہ نظام اور سیاسی اداروں کی ملکیت کا یہ اتحاد سارے امریکیوں کیلئے معاشی ضمانت کی صورتحال کو تباہ کر رہا ہے‘‘۔

آٹھ اکتوبر کو نیویارک ٹائمز نے اس بحث پر اپنا مؤقف ایک اداریہ لکھ کر واضح کیا اخبار لکھتا ہے کہ ’’یہ مظاہرین کا کام نہیں کہ وہ قانون سازی کیلئے کوئی ڈرافٹ تیار کریں یہ کام قومی رہنماؤں کا ہے اور اگر قومی رہنما یہ کام کر رہے ہیں تو پھر کسی ریلی یا احتجاج کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔جب اس سلسلے میں ایک اور امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے ایک احتجاجی کارکن سے انٹرویو کیا تو اخبار کا سوال یہی تھا کہ اس عالمی تحریک میں قیادت کے فقدان اور آئندہ کی حکمت عملی

کیلئے ہونے پر جو تنقید کی جارہی ہے اس سلسلے میں ان کی رائے کیا ہے تو کارکن کا جواب تھا'' یہ پرانا طریقہ کار ہے کہ کسی انقلابی تحریک کیلئے ایک لیڈر کی ضرورت ہوتی ہے آج کل تحریک کو نئی نسل انٹرنیٹ پر چلاتی ہے جس میں ہر کوئی شرکت کر سکتا ہے اور یہ اس طرح سے ایک جادوئی عمل ہے جس میں لیڈر کی ضرورت نہیں ہوتی''۔ دوسری بات یہ کہ لیڈر کی ان لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے جو شعور نہیں رکھتے جنہیں اپنے مسائل کو حل کرنے کا شعور ہوتا ہے وہ اپنی رہنمائی خود کرتے ہیں ساری عمر ہماری طرح کسی ایک کھونٹے سے بندھے نہیں رہتے۔

ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر لارنس لیزنگ نے ایک کنونشن بلا کے امریکی آئین میں ترامیم کی تجویز دی ہے ستمبر میں ایک کانفرنس اور اکتوبر میں اپنی کتاب Republic Lost How Money Corrupt Congress میں پروفیسر لارنس نے سیاسی جماعتوں اور الیکشن میں ہونے والی بے ضابطگیوں کی نشان دہی کی ہے۔ بقول ان کے ایسی ترامیم کی ضرورت ہے جن کے ہوتے ہوئے امریکہ کی شہریت نہ رکھنے والے افراد، ادارے اور گمنام تنظیمیں سیاسی مہم میں چندہ دے سکیں۔

نیویارک میگزین نے دو اکتوبر 2011ء کو ہونے والے مظاہرے میں شامل ایک سو افراد کا سروے کیا تو ان کے سامنے یہ سوال رکھا کہ سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں ان کے خیالات کیا ہیں؟ 46 افراد نے جواب دیا'' بنیادی طور پر یہ شیطانی نظام ہے''۔ 37 افراد کی رائے تھی کہ سرمایہ دارانہ نظام کو بچانا نہیں چاہیے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آیا انہوں نے 2010ء کے وسط کی انتخابات میں اپنا حق رائے دہی استعمال کیا تو 39 افراد نے ہاں میں جواب دیا جبکہ 55 افراد نے بتایا کہ انہوں نے ووٹ کاسٹ نہیں کیا تھا۔ اوبامہ کے بارے میں 40 افراد کی رائے تھی کہ وہ صدر پر یقین کرتے ہیں مگر بددل ہو گئے ہیں۔ 22 افراد اوبامہ بہترین کام کررہے ہیں جبکہ 27 افراد نے کہا کہ اوبامہ پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں تھے۔ 13 اکتوبر کو ٹائم میگزین کے سروے میں یہ بات سامنے آئی کہ 54 فیصد امریکی اس تحریک کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں جبکہ صرف 23 فیصد افراد اس تحریک کو منفی انداز میں لے رہے ہیں اسی طرح وال سٹریٹ جرنل کے سروے میں 37 فیصد افراد احتجاج کو سپورٹ کرنے جبکہ 18 فیصد افراد نے مخالفت میں رائے دی۔

امریکہ میں ہونے والے اس احتجاج کو دیکھتے ہوئے یورپ بھر میں سرمایہ داروں کے خلاف لوگ سڑکوں پر نکل آئے اور سب نے یہ نعرہ اپنالیا کہ ہم'' 99 فیصد ہیں'' دولت کمانے کے لالچ میں مبتلا بڑے بڑے اداروں کو چیلنج کردیا گیا۔ اٹلی کے دارالحکومت روم میں تو اس احتجاج نے تشدد کی صورت بھی اختیار کرلی اور احتجاج کے دوران 70 سے زائد افراد زخمی ہو گئے۔ اب تک افریقہ، یورپ، ایشیاء اور آسٹریلیا میں 900 شہروں میں اس تحریک کے زیر اثر مظاہرے ہو چکے ہیں 30 مئی کو سپین کی ایک تنظیم نے عالمی سطح پر احتجاج کی کال دی تھی یہ تنظیم عرب عوام کی بیداری سے متاثر تھی۔ اس

کے بعد کینیڈا کے عوام بھی اس تحریک میں شامل ہو گئے۔عالمی سطح پر معاشی بحران کی ذمہ داری بھی ان ممالک کے عوام نے ایک فیصد مراعات یافتہ طبقے پر ڈال دی۔ 17 ستمبر کو نیویارک سے شروع ہونے والی اس تحریک کے محرکین نے نو اکتوبر کو عالمی سطح پر احتجاج کا اعلان کیا اور اس کیلئے 15 اکتوبر کو دنیا کے 82 ممالک کے 951 شہروں میں لوگ سڑکوں پر نکل آئے۔کینیڈا کے 20 شہروں میں 15 اکتوبر کو مظاہرے ہوئے۔اسی روز برطانیہ کے بڑے شہروں میں بھی مظاہرے ہوئے خصوصاً لندن میں سٹاک ایکس چینج کے قریب مظاہرین نے ڈیرے جما لئے تھے۔ان مظاہروں سے قبل ہی برطانوی پولیس نے حفظ ماتقدم کے طور پر حفاظتی انتظامات کر لئے تھے جس کے باعث کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ برطانیہ کے علاوہ اٹلی، ائرلینڈ، سپین اور دیگر یورپی ممالک میں بھی ایک فیصد مراعات یافتہ طبقے کو ہوشیار باش کہہ دیا گیا ہے۔سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف یورپ وامریکی عوام اپنے احتجاج میں کامیاب بھی ہو جائیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے پاس اس نظام کے متبادل کے طور پر کونسا الہ دین کا چراغ ہے جس سے ان کے مسائل حل ہو جائیں گے۔یوں لگتا ہے کہ معیار زندگی کے تمام لوازمات کی خواہش نے دیار مغرب کے رہنے والوں کو سڑکوں پر نکلنے پر مجبور کر دیا ہے دولت مندوں کے خلاف سڑکوں پر نکلنے والے ان لوگوں کو حکومت سے زیادہ سرمایہ دارانہ نظام سے شکایات ہیں، اب پھر وہی سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ اس نظام میں 99 فیصد کی خواہشات پوری کرنے کی صلاحیت نہیں تو پھر یہ 99 فیصد لوگ کونسا متبادل سامنے لائینگے اس صورت میں اس سوال کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب سوشلزم بھی یورپی ممالک اور عوام نے دیس سے نکالا تھا۔

ہمارے ہاں کے جذباتی لوگ اسلامی نظام کو متبادل کے طور پر پیش کرنے لگے ہیں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ اسلامی نظام مسائل کے حل کی طرف رہنمائی کرتا ہے مگر یورپ ہو یا امریکہ ہر دو براعظموں کے عوام کے سامنے بطور ماڈل کسی اسلامی ملک کی مثال نہ ہو تو انہیں اس پر قائل کرنا مشکل ہی لگتا ہے۔یہاں یہ صورت حال المناک بھی لگتی ہے کہ ساٹھ سے زائد اسلامی ممالک میں کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جس نے عملی طور پر اسلامی نظام کو اپنا رکھا ہو اور اس کی برکتوں کے طفیل وہ دنیا کیلئے ایک مثال بن سکتا اس صورت میں یورپ وامریکہ کو اس نظام کی طرف راغب کیا جا سکتا تھا۔اب اسلامی نظام کا نقارہ بجانے والوں کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک سود ہی نہیں سرمایہ دارانہ نظام کی غلاظت میں لتھڑے ہوئے ہیں۔اس گندگی کے ہوتے ہوئے کون ہماری بات پر یقین کرے گا کہ دنیا کا بہترین نظام ہمارے پاس ہے۔

(قسط۲)

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

شوال کے ٦ روزوں کے بارہ میں لاعلمی یا تجاھل عارفانہ

علامہ برھان الائمۃ عبدالعزیزؒ کی ترجیح: والا صح انه لاباس به (تحریر الاقوال)
زیادہ صحیح یہ ہے کہ (شوال کے لیے روزے) مستحب ہیں۔

علامہ ابوبکر کاسانیؒ کی ترجیح: فاما اذا افطر یوم العید ثم صام بعده سته ایام فلیس بمکروه بل هومستحب و سنة (بدائع الضائع ۲/۲۱۵)
جب روزہ دار نے عید کے دن افطار کیا اور اُسکے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب اور سنت ہیں۔

عِلامہ قاسم بن قطلوبغاؒ کی ترجیح: هذا رجل قد عمله الی تعطیل مافیه الثواب الجذیل بدعوی بلا دلیل و اعتمد الضعیف و المؤول وترک ما علیه المعول و صحیح مالم یسبق الی تصحیحه ولا عول احد علیه (تحریر الاقوال فی صیام ستة من شوال ۳۴)
یہ آدمی پختہ ارادہ کر چکا ہے کہ اُس عمل کو ختم کرے گا جس میں بہت بڑا ثواب ہے اور یہ بات انہوں نے بغیر دلیل کے جھوٹے دعویٰ کی صورت میں لکھی ہے۔ کمزور اور تاویل شدہ دلیل کا سہارا لیا ہے اور ہر اُس دلیل کو چھوڑا ہے جس پر بھروسہ (اعتماد) کیا جاتا ہے اور اُس قول کی تصحیح کی ہے جس کی تصحیح کی طرف آج تک نہ کسی نے سبقت کی اور نہ کسی نے اُس پر اعتماد کیا ہے۔

تو اتنے بڑے بڑے علماء احناف کی ترجیح کے باوجود شوال کے چھ روزوں کو مکروہ، بدعت اور مشتبہ قرار دینا کہاں کی حنفیت ہے اور یہ حنفیت کے ساتھ کونسا انصاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ سے ستہ شوال کا اثبات: امام ابوحنیفہؒ کے حوالہ سے علامہ ابن عابد بن نے لکھا ہے کہ اذا صحیح الحدیث فهو مذهبی (ردالمختار) اور جب حدیث صحیح کہیں موجود ہو تو وہی میرا مذہب ہے اور صیام ستہ شوال کے بارے میں صحیح روایات موجود ہیں جسمیں مشہور و معروف حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت ہے۔

حدیث ابوایوب انصاریؓ پر ضعف کا اعتراض: جبکہ موصوف مغل صاحب اور اُسکے شیخ کی کوشش ہے کہ وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت جسکو امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے، کو ضعیف قرار دے جسکے لیے انہوں نے اس

حدیث کے رواۃ سعد بن سعیدؒ کے بارے میں بعض ارباب علم سے تضعیفی اقوال نقل کیے ہیں۔

چنانچہ مغل صاحب لکھتا ہے اس حدیث کا ایک مشہور راوی سعد بن سعید ہے اور اسے اکابرین محققین نے ضعیف کہا ہے۔

حضرت الشیخ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے احسن المقال میں اس پر مکمل کلام فرمایا ہے۔ (الاحسن ۲۹ شوال ۱۴۳۲)

الجواب: جبکہ ہم نے صفوۃ الاقوال کے صفحہ 56 تا 58 پر 13 علماء جرح وتعدیل سے سعد بن سعید کی توثیق نقل کی ہے اور ساتھ صفحہ 63، 64 پر سعد بن سعید کی جگہ پر صفوان بن سلیم اور یحییٰ بن سعید کے روایات ذکر کیے ہیں اور یہ دونوں حضرات محدثین کے ہاں ثقہ ہیں لہٰذا سعد بن سعید کی ضرورت باقی نہ رہی اور ساتھ صفحہ 66 سے 73 تک 16 محدثین کے اقوال ذکر کیے ہیں جنہوں نے حدیث ابوایوب انصاریؓ کو صحیح اور قابل احتجاج کہا ہے مثلاً امام ابوعیسیٰ الترمذیؒ حدیث ابوایوب انصاریؓ کے بارے میں فرماتے ہیں حدیث ابی ایوب حسن صحیح وقد استحب قوم صیام ستہ ایام من شوال بھذا الحدیث (جامع الترمذی علی صدر العرف الشذی ۱۸۱/۲)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بیشک ایک قوم نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب کہا ہے۔

اور علامہ نوویؒ اور علامہ بشیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ ودلیل الشافعی و موافقیہ ھذا الحدیث الصحیح الصریح واذا ثبتت السنۃ لا تترک لترک بعض او اکثرھم او کلھم لھا (شرح المسلم للنووی ۳۶۹/۱ وفتح الملھم شرح مسلم ۲۵۸/۲)

حضرت امام شافعیؒ اور اس ہم خیالوں کی دلیل صحیح اور صریح روایت ہے اور جب سنت ثابت ہو جائے تو پھر بعض یا اکثر یا تمام لوگوں کے ترک کرنے سے یہ سنت نہیں چھوڑی جائے گی۔

اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں ھو حسن (حاشیہ التجنیس والمزید ۴۱۳/۲ ادارۃ القران کراچی) یہ حدیث حسن ہے۔

اسکے علاوہ امام مسلمؒ کا اس روایت کو صحیح مسلم میں ذکر کرنا اُسکی تصحیح کے لیے کافی ہے اس لیے کہ امام مسلمؒ نے التزام کیا ہے کہ وہ صحیح مسلم میں ہر اُس حدیث کو ذکر کرے گا جو اُسکے ہاں صحیح ہے تو یہ روایت آپؒ کے ہاں صحیح ہے اس لیے آپؒ نے اس کو صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے۔

مجتہد کی توثیق التزامی: اور ساتھ یہ بھی ذہن نشین کر لینا بہت ضروری ہے کہ جب کوئی مجتہد کسی حدیث کو اپنا مستند بنائے تو وہ روایت اُسکے ہاں صحیح ہوتی ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں۔

أن المجتھد اذا استدل بحدیث کان تصحیحاً لہ (رد المختار ۵۵۳/۴ کتاب البیوع)

بے شک جب مجتہد کسی حدیث سے استدلال پکڑے تو یہ اُس روایت کی تصحیح ہے۔

تو کیا مغل صاحب اور اُسکے شیخ کے نظر میں امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابویوسفؒ اور دوسرے فقہاء کرام

سواء امام مالک اور امام ابوحنیفہؒ کے مجتہدین نہیں؟ اگر ہیں اور واقعی ہیں تو انہوں نے اسی حدیث مبارک کو مستدل بنا کر شوال کے چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے، تو جب مذکورہ بالا ائمہ مجتہدین نے حدیث ستہ شوال سے استدلال کیا تو یہ روایت انکے ہاں صحیح ہوا اور جب مجتہدین کسی روایت کو صحیح قرار دے تو مقلد کے کیا اوقات ہیں کہ وہ محض ایک راوی پر معمولی جرح کی وجہ سے روایت کو ضعیف کہے اور خصوصاً جب اُس روای کے توثیق کرنے والے ائمہ جرم وتعدیل بھی موجود ہوں اور اُس کے موئدات اور شواہد بھی موجود ہوں۔ (تفصیل کے صفوۃ الاقوال کا صفحہ ۹۱ تا ۱۰۰ ملاحظہ ہو)

صحت حدیث کا مدار صرف سند نہیں: اور شاید مضمون نگار کے علم میں نہ ہو کہ حدیث کی صحت کا مدار صرف سند نہیں ہے بلکہ کسی حدیث کو اُسوقت تک نا قابل استدلال نہیں کہا جاسکتا جب دوسرے وجوہات ترجیح وتصحیح موجود نہ ہوں اور ان وجوہات کی تصحیح میں امت کا کسی روایت کو تلقی بالقبول بھی ہے، چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ وقد یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن اسنادہ صحیح (اعلاء السنن ۱۹/۲۰)

اور کبھی حدیث پر صحت کا حکم اُسوقت بھی لگایا جاتا ہے جب لوگ اُسکو قبول کرلیں اگر چہ اُسکی سند صحیح نہ ہو۔

اسلئے امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی فرماتے ہیں۔

اذا رایت حدثنا باسناد ضعیف فلک ان تقول ھو ضعیف بھذا الاسناد ولا تقل ضعیف المتن لمجرد ضعف ذلک الاسناد (التقریب للنووی علی تدریب الراوی ۱/۲۵۰)

جب آپ دیکھے کہ ہم نے کسی حدیث کو ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے تو تمہیں یہ کہنا ہوگا کہ یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے یہ نہیں کہو گے کہ اس ضعیف سند کی وجہ سے یہ روایت متن کے اعتبار سے بھی ضعیف ہے تو جب کسی روایت کو محض سند کے ضعیف ہونے کی وجہ سے متناً ضعیف نہیں کہا جائیگا اور باوجود سنداً کے ضعیف ہونے کے جب روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ روایت قابل استدلال بن جاتا ہے تو حدیث ابو ایوب انصاریؓ کو سعد بن سعید پر معمولی جرح کی وجہ سے نا قابل استدلال ہونے کا حکم مضمون نگار نے کیسے لگایا حالانکہ حدیث ستہ شوال کا تلقی بالقبول اظہر من الشمس ہے۔

ضعیف واجب الترک نہیں: اور اگر بالفرض مضمون نگار کی بات کو دومنٹ کے لیے تسلیم بھی کرلیا جائے کہ سعد بن سعیدؒ کی بارے میں بعض ائمہ کی طرف سے معمولی جرح کی وجہ سے پوری روایت ضعیف ہوئی تو اس سے ہر گز یہ ثابت نہیں ہوگا کہ یہ روایت من کل الوجوہ متروک اور کسی کام کا نہیں رہا، بلکہ علماء احناف کثر اللہ سودھم کے ہاں بھی معمولی ضعیف روایت فضیلت اور استحباب میں حجت ہے، چنانچہ علامہ ابن ھمام فرماتے ہیں۔

اذا یثبت بالضعیف بغیر وضع الفضائل وھو الندب (التقریر و التحریر ۲/۱۳۳) کو غیر موضوع ضعیف روایت سے فضائل اور استحباب ثابت ہوتا ہے اور یہی بات علامہ نوویؒ نے الاذکار صفحہ ۲۸ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تدریب الراوی ا. ۲۵۲، علامہ ملا علی قاریؒ نے الموضوعات الکبری ۲۰۹ اور دوسرے ارباب علم نے اپنی اپنی تصانیف میں

لکھی ہے اور فقہ حنفی میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں اور اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ ضعیف حدیث کو قیاس اور رائے پر مقدم سمجھتے ہیں تفصیل کے لیے صفوۃ الاقوال صفحہ ۸۴ تا ۸۶ ملاحظہ فرمائیں۔

تو جب فقہ حنفی کے اصول حضرت سعد بن سعیدؓ کی روایت کو قابل استدلال سمجھتی ہے اور شوال کے چھ روزے کا حکم صرف استحباب کی حد تک محدود ہے کوئی بھی ان روزوں کو واجب یا فرض نہیں سمجھتا تو ایک مقلد کے لیے یہ زیب نہیں دیتا کہ امکان بالعمل کے باوجود کسی روایت کو متروک بنانے کی ناکام کوشش کرے۔

لیکن بعض حضرات اپنی عادت سے مجبور ہوتے ہیں کہ جو حدیث مبارک اُسکی رائے کے خلاف نظر آیا تو اُس حدیث کی بے بنیاد تاویل کر کے روایت کو متروک العمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور باوجود ثابت شدہ صحیح حدیث کے ایسا دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک عام آدمی اُس مسئلہ کے قائلین کو لاعلم سمجھ بیٹھتے ہیں۔

رکعتیں بعد الوتر کا مسئلہ: اسکی ایک مثال رکعتیں بعد الوتر کے مسئلہ کے بارے میں مضمون نگار اپنے شیخ صاحب کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے فقہ حنفی کی کسی بھی کتاب میں وتروں کے بعد نوافل منقول نہیں ہیں اور یہ میرا چیلنج ہے ابھی تک کسی نے اتنی ہمت نہیں کی اور نہ کر سکے گا میرے بعد اگر کرے تو کرے کہ رکعتیں بعد الوتر کو ثابت کر دے (احسن البرھان حصہ اول ۷۱) اور چند صفحات آگے لکھتا ہے رکعتیں بعد الوتر کا مسئلہ وہ مسئلہ ہے جو علماء کے ہاتھوں مسکین ہوا ہے یہ لوگ عوام کے تھپیڑوں کی تاب نہیں لا سکتے اس لیے اسے بیان ہی نہیں کرتے (احسن البرہان ۷۶)

رکعتیں بعد الوتر کے دلائل: حالانکہ رکعتیں بعد الوتر کا مسئلہ صحیح اور معمول بھا روایات سے ثابت ہے: اُ

(۱) **عن ثوبان عن النبی ﷺ قال فاذا اوتر احد کم فلیر کع رکعتیں فان قام من اللیل والا کانتا له (سنن دارمی ۱/۴۵۲ باب فی الرکعتین بعد الوتر)**

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی وتر پڑھ لے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے اگر وہ رات کو (تہجد کے لیے) اٹھا (تو ٹھیک) ورنہ یہ دونوں رکعت اُسکے لیے کافی ہے۔

(۲) **عن ام سلمة ان النبی ﷺ کان یصلی رکعتین حفیفتین بعد الوتر زادا محاملی وهو جالس (سنن دار قطنی ۲/۳۷ فی الرکعتین بعد الوتر)**

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ وتر کے بعد دو رکعت نماز مختصراً پڑھتے تھے محاملی نے مزید کہا ہے کہ اُسمیں آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔

قال الحافظ زین العراقی فی شرح الترمذی اما حدیث ام سلمة فصححه الدار قطنی فی سننه (حاشیه دار قطنی ۲/۳۷)

حافظ زین عراقی نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ حدیث ام سلمہؓ کی تصحیح دار قطنی نے اپنی سنن میں کی ہے۔

(۳) عن ابی سلمة قال سالت عائشةؓ عن صلوۃ رسول الله ﷺ فقالت کان یصلی ثلاث عشر ۃ رکعة یصلی ثمانی رکعة ثم یوتر ثم یصلی رکعتین وهو جالس فاذا اراد ان یرکع فقام فرکع ثم یصلی رکعتین بین النداء والا قامة من صلوۃ الصبح (صحیح مسلم ۲۵۴/۱، تحریرات الحدیث علی اصول التحقیق ۱۵۷)

حضرت ابو سلمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ تیرا (۱۳) رکعت نماز پڑھتے تھے جن میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے اور جب فجر کی نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت فجر کی دو سنتیں پڑھتے تھے۔

(۴) عن أنس بن مالکؓ ان النبی ﷺ کان یصلی بعد الوتر الرکعتین وهو جالس (السنن الکبریٰ ۳۳/۳)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

(۵) عن سعد بن هشام عن عائشه انه سمعها تقول ان رسول الله ﷺ کان یوتر بتسع رکعات ثم یصلی رکعتین وهو جالس فلما ضعف اوتر بسبع رکعات ثم صلی رکعتین وهو جالس (تحریرات الحدیث علی اصول التحقیق ۱۵۵)

حضرت سعد بن ھشامؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے سنا ہے کہ وہ فرما رہی تھی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نو رکعت وتر پڑھتے تھے، دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے اور جب آپ ﷺ کمزور ہوئے تو پھر سات رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

<u>تحریرات الحدیث کا تعارف:</u> ام المومنین حضرت عائشہؓ کی یہ دونوں روایات علامہ حسین علیؒ نے تحریرات الحدیث علی اصول التحقیق میں مختلف اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے جن میں رکعتیں بعد الوتر کا واضح ذکر موجود ہے اور اس کتاب پر مضمون نگار کے شیخ ... نا مفتی محمد زرولی خان صاحب کا مقدمہ بھی تحریر ہے اور حضرت مفتی صاحب ہی نے مدرسہ احسن العلوم سے اس کتاب کو شائع کیا ہے اور یقیناً آپ مدظلہ نے رکعتیں بعد الوتر والی روایت اس میں دیکھی ہوگی مگر اس کے باوجود آپ مدظلہ رکعتیں بعد الوتر سے سختی سے منع کرتے ہیں اور مذکورہ بالا اتنا بڑا دعویٰ کر چکے ہیں۔

(۶) وعن ابی امامة ان رسول الله ﷺ کان یصلی رکعتین بعد الوتر وهو جالس یقرأ فیهما باذا زلزلت وقل یایها الکافرون (اخرجه احمد ۲۶۰/۵ باسناد رجال ثقات بحواله زاد المعاد مع حاشیه ۱۳۰/۲)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے اور اُسمیں اذا زلزلت اور قل یایها الکافرون پڑھتے تھے۔

مذکورہ بالا ان چھ روایات میں رکعتیں بعد الوتر کا اثبات واضح طور پر موجود ہے اس لیے ہمارے اکابرین نے

رکعتین بعد الوتر کے اثبات کا فتویٰ دیا ہے چند فتاویٰ قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

رکعتین بعد الوتر کے بارے میں فتاویٰ: الف۔ چنانچہ علامہ ابراہیم حلبیؒ شرح منیہ المصلی میں لکھتے ہیں:

وقد ثبت انه علیه الصلوٰة والسلام شفع بعد الوتر (حلبی کبیر ۵۲۴)

اور بیشک آنحضرت ﷺ سے وتر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ثابت ہے۔

(ب) علامہ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: **وقد ثبت عنه انه كان یصلی بعد الوتر رکعتین جالسا تارة وتارة یقرا فیهما جالسا فاذا اراد ان یرکع قام فرکع (زاد المعاد ۱۳۰)**

تحقیق آنحضرت ﷺ سے وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے اور آنحضرت ﷺ بیٹھ کر قرأت کرتے تھے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہوکر رکوع فرماتے تھے۔

(ج) حضرت مولانا مفتی رضاالحق صاحب سابق مفتی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی وحالا دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ کا فتویٰ:

الجواب: وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا احادیث سے ثابت ہے نیز اکابرین کے مختلف فتاویٰ میں بھی مذکورہ ہے البتہ کتب فقہیہ میں اسکا تذکرہ نہیں ملتا لیکن علامہ شامیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا یہ فرمان نقل کیا ہے **اذا صح الحدیث فهو مذهبی** لہٰذا اسی بناء پر وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا سے دائرہ مذہب سے خارج نہیں ہوگا چونکہ عین مذہب پر عمل ہوگا چونکہ صحیح احادیث موجود ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا ۲/ ۳۸۴)

(ح) محقق زمانہ علامہ عبدالحی الکھنویؒ فرماتے ہیں:

الجواب: آنحضرت ﷺ سے نماز تہجد کبھی کبھی بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے اور دو رکعت نفل بعد وتر کے بیٹھ کے پڑھنا ثابت (مجموعۃ الفتاویٰ عبدالحی ۱/ ۳۸۹)

(د) مفتی دارالعلوم دیوبند مولانا مفتی محمود حسن فرماتے ہیں

الجواب حامداً ومصلیاً: وتر کے بعد دو سے زائد نفل پڑھنا جائز ہے (فتاویٰ محمودیہ ۷/ ۲۲۴)

(ذ) مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ لکھتے ہیں:

سوال: وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہوکر اور آپ ﷺ سے کس طرح ثابت ہیں، جواب دونوں طرح درست ہے مگر کھڑے ہوکر پڑھنے میں دو چند ثواب ہے بہ نسبت بیٹھ کر پڑھنے کے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۴/ ۱۷۴)

(ر) دارالعلوم دیوبند ثانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ کا فتویٰ:

الجواب: وتر کے بعد دو رکعت نفل کے بارے میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی روایات وارد ہیں الخ (فتاویٰ حقانیہ ۳/ ۲۵۳)

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کا فتویٰ: الجواب: آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے **فاذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین رواه الدارمی عن ثوبان** ونیز ارشاد فرمایا ہے **من صلی قاعدا فله نصف اجر القائم رواه**

البخاری عن عمران بن حصین جو اپنے عموم کی وجہ سے نوافل بعد الوتر کو بھی شامل ہے اور ابن ماجہؒ اور امام احمدؒ نے کان یصلیھا وھو جالس جو روایت کی ہے ہمارے نزدیک یہ جلوس تعبدانہ تھا بلکہ بوجہ تکان وغیرہ کے تھا اور کان ہمیشہ استمرار کیلئے نہیں ہوتا جو دوام ثابت ہوا ہو۔ (امداد الحکام ۱/۷۰۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا فتویٰ:

الجواب: ان حدیث سے بالتخصیص ان نوافل بعد الوتر میں قیام رسول ﷺ کا ثابت ہوا (امداد الفتاوی ۱/۳۰۵)

مفتی الہند حضرت مولانا کفایت اللہ کا فتویٰ: الجواب: وتر کے بعد کی نفلیں کھڑے ہو کر پڑھنی بہتر ہے تاکہ پورا ثواب ملے بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملے گا (کفایت المفتی ۳/۳۱۵)

(ز) مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ کا فتویٰ:

الجواب: وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ البتہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر کوئی متبع سنت وتر کے بعد کی دو رکعت گاہے گاہے اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے کہ آنحضرت ﷺ بیٹھ کر ادا فرمائے تھے میں بھی اتباعاً بیٹھ کر پڑھوں تو عجب نہیں کہ اُسکو اسکی نیت کے مطابق پورا اجر و ثواب ملے (فتاوی رحیمیہ ۵/ ۲۲۴)

(س) مصنف تفسیر مظہری حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: وبعد وتر دو رکعت نشستہ خواندن مستحب است (مالابد منہ ۶) کہ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

تو کیا یہ احناف نہیں ہیں جنہوں نے رکعتین بعد الوتر ثابت ہونے کا فتویٰ دیا ہے کیا ان حضرات کے فتاویٰ کو حنفی مسائل اور فتوی میں شمار نہیں کیا جائے گا اور مذکورہ بالا جن روایات میں رکعتین بعد الوتر کا ذکر ہے کیا ان روایات کو یک لخت متروک العمل کیا جائے گا اور یقیناً ایسا نہ ہوگا تو پھر اتنے بڑے دعویٰ کی کیا ضرورت ہے جس سے عوام الناس میں قائلین رکعتیں بعد الوتر کے خلاف شکوک وشبہات پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے اقدامات سے محفوظ رکھیں

حدیث ستہ شوال پر اضطراب کا اعتراض: موصوف مغل صاحب تو حدیث ستہ شوال کی مخالفت میں اتنے آگے بڑھے ہیں کہ اس روایت پر اضطراب کا بھی اعتراض کیا چنانچہ لکھتا ہے، محدثین اور فقہاء کے نزدیک ایسی حدیث بھی متروک ومنکر سمجھی جاتی ہے جس کے متن میں اختلاف ہو۔ ستہ شوال کی حدیث سنداً کمزور تھی ہی لیکن متناً بھی اس میں حد درجہ کمزوری اور اضطراب پایا جاتا ہے مولوی صاحب موصوف نے اس مسئلہ پر اس لیے کلام نہیں فرمایا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ جب مسئلہ مکمل طور پر انکے خلاف ہے۔ جناب مولوی صاحب نے اپنے رسالہ صفوۃ الاقوال میں صفحہ ۷۳ سے صفحہ ۹۷ تک اس حدیث کے توابع بیان کیے ہیں یعنی اسی موضوع کی دوسری احادیث نقل کی ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی نقل کردہ دس حدیثوں میں سے کسی بھی دو حدیثوں کے الفاظ آپس میں نہیں ملتے اسی کو تو اضطراب فی المتن کہتے ہیں ہم اس مسئلہ پر مکمل کلام کرتے ہیں تاکہ اہل علم اور عوام کو اس مسئلہ میں وضاحت ہو

جائے جس کو مولوی صاحب موصوف نے ذکر کرنا پسند نہیں فرمایا۔

(۱) من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال کا نما صام الدهر صفحہ ۵۳

(۲) من صام رمضان ثم اتبعه ستة من شوال فذالک صام الدهر صفحہ ۷۳

(۳) من صام رمضان و اتبعه بست من شوال فکا نما صام الدهر صفحہ ۹۱

(۴) من صام رمضان وستا من شوال فکا نما صام السنة کلها صفحہ ۹۳

(۵) صیام شهر بعشرة الشهر وستة ایام بعده شهرین فذالک تمام السنة یعنی رمضان وستة ایام بعده صفحہ ۹۴

(۶) من صام رمضان و بعده واتبعه ستا من شوال خرج من ذنوبه لیوم ولدته امه صفحہ ۹۷

(۷) من صام رمضان فاتبعه ستا من شوال صام السنة کلها صفحہ ۹۷

(۸) من صام رمضان و اتبعه بستة من شوال کتب له صیام سنة صفحہ ۹۹

اہل علم حضرات اور قارئین کرام احادیث بغور مطالعہ کرنے کے بعد دیکھ لیں کہ انکے متن یعنی الفاظ میں کس قدر اضطراب ہے۔

کہیں ان روزوں کا ثواب صوم الدهر کے برابر ہے اور کہیں پورے سال کے روزوں کے برابر ثواب ہے کہیں یہ روزے رکھنے والا گناہوں سے ایسا معاف ہو جاتا ہے جیسے کہ ماں نے اسے اس وقت جنا ہو، کہیں یہ روزے کے بجائے کہا گیا کہ اس کے لئے پورے سال کے روزے لکھے جائیں گے۔ اصول حدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ اسی حدیث جسکی سند کے علاوہ متن میں بھی اضطراب ہو ضعف سمجھی جاتی ہے (ملاحظہ ہو الاحسن ۵۲،۵۳ شوال ۱۴۳۲ھ)

الجواب: مگر سمجھ میں یہ ثابت نہیں آتی ہے کہ موصوف نے اصول حدیث کی کتابیں نہیں پڑھی یا تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے اہل علم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر حدیث ستہ شوال کو زبردستی ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں حالانکہ علماء اصول حدیث نے اضطراب کی جو تعریف کی ہے اور حدیث کو مضطرب ہونے کی جو شرائط بیان کیے ہیں وہ حدیث ستہ شوال پر بالکل صادق نہیں آتی اس لیے اولا علماء اصول حدیث کی اضطراب کی تعریف اور شرائط ملاحظہ ہوں

اصطلاحاً ماروی علی اوجه مختلفة متساویة فی القوة ای هو الحدیث الذی یروی علی اشکال متعارضة متدافعة بحیث لا یمکن التوفیق بینها ابداً وتکون جمیع تلک الروایات متساویة فی القوة من جمیع الوجوه بحیث لا یمکن ترجیح احد هما علی الاخر لوجه من وجوه الترجیح (تیسر مطلح الحدیث ۱۱۱)

اور اصطلاح میں حدیث مضطرب وہ ہے جو مختلف وجوہات سے وہ روایت مروی ہو اور وہ سب روایات قوت مین برابر ہوں یعنی وہ حدیث جو مختلف متعارض شکلوں میں اس طرح مروی ہوں کہ ان دونوں کے مابین کبھی بھی (کسی بھی صورت) میں توفیق (تطبیق) ممکن نہ ہوں اور وہ دونوں روایات قوت میں اس طرح برابر ہوں کہ ان مین سے کسی ایک کو دوسرے پر کسی بھی صورت میں ترجیح ممکن نہ ہوں۔ (جاری ہے)

جناب فیدل کاسترو
سابق صدر کیوبا

نیٹو نے ہی جدید ٹیکنالوجی سے قذافی کی گاڑی شناخت کی اور حفاظتی قافلے کو تباہ کیا

سوویت یونین نے امریکا کو اپنے وجود کے جواز کے طور پر استعمال کیا تھا' جیسے ہی سوویت یونین کی تحلیل ہوئی تو نیٹو نے آگے بڑھ کر عالمگیر سطح پر جبر ڈھانے کا کردار سنبھال لیا۔ سربیا کے لوگوں کو بے دریغ قتل کرنے سے نیٹو کے قیام کا مقصد بہتوں کی سمجھ میں آ گیا حالانکہ سربیا کے لوگوں نے نازی ازم کو شکست دینے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

مارشل ٹیٹو کی وفات کے بعد جب سابق یوگوسلاویہ کی شکست وریخت شروع ہوئی تو بہت سے معاملات الجھ کر رہ گئے۔ مارچ ۱۹۹۹ء میں کوسوو کے علیحدگی پسندوں کی مدد کے لئے نیٹو نے فوج بھیجی۔ سابق یوگوسلاویہ کی افواج تب تک درست حالت میں تھیں' اسپین میں دائیں بازو کے ہوزے ماریہ ایزنر کے مشورے پر نیٹو نے سربیا میں بنیادی ڈھانچے ٹی وی اسٹیشنوں' پلوں' اور دارالحکومت بلغراد کی اہم عمارات کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ اندھا دھند بمباری سے بلغراد میں چینی سفارت خانے کی عمارت تباہ ہوئی اور متعدد افسران مارے گئے۔ اس میں اندازے کی غلطی کا کوئی شائبہ نہیں تھا جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا رہا ہے۔ سربیا کے بہت سے لوگوں نے بھی جان سے ہاتھ دھوئے۔

سربیا کے صدر سلوبودان میلوسووچ نے' سوویت یونین کی تحلیل اور غیر معمولی جارحیت کے باعث' نیٹو کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور کوسوو میں اقوام متحدہ کے پرچم تلے بین الاقوامی افواج کی موجودگی کا مطالبہ مان لیا' سلوبودان میلوسووچ کو مستعفی ہونا پڑا اور عالمی عدالت انصاف میں ان پر مقدمہ بھی چلایا گیا جو بہت حد تک استعماری انداز کا تھا۔ اگر میلوسووچ نے کچھ دن اور مزاحمت کی ہوتی تو نیٹو شدید بحران کا شکار ہو جاتی اور پورا خطہ پھٹ پڑتا۔ یوں نیٹو کو اپنے زیر نگیں ارکان پر بالادستی قائم کرنے کا بھرپور موقع ملا۔

سال رواں میں ۱۲ر فروری سے ۷ ار اپریل کے دوران کیوبا ڈیبیٹ ڈاٹ کام پر نیٹو کے کردار کے حوالے سے ۹ مضامین لکھے' جن میں لیبیا میں نیٹو کے ممکنہ کردار کے حوالے سے بھی خصوصی طور پر بحث کی گئی تھی۔ جو کچھ لیبیا میں ہونے والا تھا اس کی طرف بھی میں نے اشارے کر دیئے تھے۔

مجھے ایک بار پھر اس نقطہ کی وضاحت کرنا چاہیے جس کا معمر قذافی کو نشانہ بنایا گیا۔ جدید ترین ٹیکنالوجی کے ذریعے ان کی گاڑی کا سراغ لگایا گیا اور پھر انہیں گرفتار کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ قذافی کو انہی لوگوں نے قتل کیا

جنہیں نیٹو نے مسلح کیا تھا۔

قذافی کی لاش کو ٹرافی کے طور پر کئی جگہ پیش کیا گیا۔ اسلام یا کسی بھی دوسرے مذاہب کی تعلیمات کسی بھی انسان کی لاش کے ساتھ اس نوعیت کے کھلواڑ کی اجازت نہیں دیتیں۔ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ بہت جلد لیبیا حقیقی جمہوری اور انسانی حقوق کا پاسدار ملک ہوگا۔

۸ رماہ قبل ۱۲رفروری کو میں نے لکھا تھا کہ نیٹو لیبیا پر قبضے کی تیاری کر رہی ہے' تب بہتوں کو ایسا لگا تھا کہ جیسے میں بڑھک لگا رہا ہوں' میں نے لکھا تھا کہ شمالی افریقا میں معدنی وسائل پر قبضہ مغربی فورسز کے لئے زبردست تحریک کا کردار ادا کر رہا ہے' معدنی وسائل اور بالخصوص تیل کے ذخائر پر کنٹرول حاصل کر کے عالمی سیاست کو مرضی کی سمت موڑا جاسکتا ہے۔ آج کی تہذیب تیس کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ جنوبی امریکا میں وینز ویلا تیل کی دولت سے مالا مال ہنے کے باعث استعماری قوتوں کے جبر کا نشانہ بنا۔ قدرت نے تیل کی جو دولت وینز ویلا کے حصے میں رکھی تھی اس پر امریکا قابض اور متصرف ہو بیٹھا ہے۔

دوسری جنگ عظیم ختم ہوتے ہی امریکا نے ایران' سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک سے بڑے پیانے پر تیل نکالنا اور بٹورنا شروع کر دیا۔ تیل کی عالمی پیداوار ۸۰ لاکھ بیرل یومیہ تک جا پہنچی۔ اس کے علاوہ امریکی سرزمین پر موجود تیل اور گیس نکالنے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ساتھ ہی ساتھ امریکا نے ایٹمی ٹیکنالوجی کی مدد سے بھی بجلی پیدا کرنے کا سلسلے جاری رکھا۔

دنیا بھر میں بڑے پیانے پر تیل اور گیس نکالنے اور بے دریغ صرف کرنے سے ماحول کو شدید نقصان پہنچا ہے' ماحول کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی کے لئے اقدامات کی ضرورت پر کبھی زور نہیں دیا گیا۔

دسمبر ۱۹۵۱ء میں لیبیا پہلا افریقی ملک تھا جس نے غیر ملکی تسلط سے آزادی حاصل کی۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران اس کی سرزمین جرمن اور برطانوی افواج کے درمیان میدان جنگ بنی رہی تھی۔ لیبیا کا ۹۵ فیصد حصہ صحرا پر مشتمل ہے۔ جدید ترین ٹیکنالوجی کی مدد سے لیبیا میں تیل کی تلاش شروع ہوئی جو بہت جلد بار آور ثابت ہوئی۔ لیبیا کی سرزمین سے اعلیٰ درجے کا لائٹ آئل نکلا جس کی پیداوار اچھے وقتوں میں ۱۰ رلاکھ ۸۰ ہزار بیرل یومیہ تک پہنچی۔ لیبیا میں گیس کے بھی وسیع ذخائر موجود ہیں۔ لیبیا کا بیشتر رقبہ زیرزمین دولت سے مالا مال ہے۔ یہی سبب ہے کہ صحرا میں پینے کے صاف پانی کی پائپ لائنوں کا جال بچھا ہے جو ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک محیط ہے۔

ستمبر ۱۹۶۹ء میں لیبیاء میں انقلاب برپا ہوا۔ بدو پس منظر کے کرنل معمر قذافی اس انقلاب کے مرکزی کردار تھے۔ تب وہ جمال عبدالناصر کے خیالات سے بہت متاثر تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ معمر قذافی نے بیشتر اہم فیصلے اس وقت کئے جب مصر کی طرح لیبیا میں بھی کمزور اور کرپٹ بادشاہت کو ختم کر دیا گیا۔

ہوسکتا ہے کہ آپ قذافی سے متفق ہوں اور شاید نہ بھی ہوں۔ لوگوں کے ذہنوں پر طرح طرح کی خبروں

سے حملہ کیا جاتا ہے۔ بالخصوص ماس میڈیا کے ذریعے۔ لیبیا میں جو کچھ ہوا اسے بہتر طور پر سمجھنے اور سچ کو جھوٹ سے الگ کرنے کیلئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ اس وقت تو شدید انتشار کا عالم ہے۔ میرے نزدیک یہ بات بالکل واضح ہے کہ امریکا کی حکومت لیبیا میں امن کے قیام کے حوالے سے ذرا بھی فکرمند نہیں۔ اور موقع دیکھتے ہی وہ چند دنوں یا چند گھنٹوں میں نیٹو کو لیبیا پر کنٹرول کا اشارہ دے سکتی ہے۔

معمر قذافی کے حوالے سے طرح طرح کے دعوے کئے جا رہے ہیں کسی نے کہا کہ وہ وینزویلا جانے کی تیاری کر رہے تھے' ایسا نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ معمر قذافی اپنی سرزمین چھوڑنے کا سوچ بھی سکتے تھے۔

دنیا میں کوئی بھی باضمیر اور انصاف پسند انسان ظلم کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اسوقت لیبیا میں نیٹو جو کچھ رنے کی تیاری کررہی ہے اس پر بھی عالمی برادری خاموش نہیں رہے گی۔ لیبیا کے عوام کے خلاف جس سنگین جرم کے ارتکاب کی تیاری کی جارہی ہے اس پر خاموش رہنا عالمی برادری کے لئے کسی طور مناسب نہ ہوگا۔ نیٹو کی قیادت جو جنگ اور قتل وغارت پر یقین رکھتی ہے' اپنے عزائم کو عملی جامہ پہنا کررہے گی اور ہمیں اس کی مذمت کرنا ہی چاہیے۔

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

(بقیہ صفحہ ۸۰ سے)

(تبصرہ کتب)

''اس میں ایسے عجیب وغریب اور نادر مسائل ہیں جو اس کے علاوہ دوسرے کتب میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ مثلاً جن وانس کے مابین نکاح کا عدم جواز یہ وہ مسئلہ ہے جس کے بیان میں مصنف سے قبل کسی نے سبقت نہیں پائی۔ یہ کتاب پاک وہند کے مختلف مطابع سے چھپی لیکن کثیرالاغلاط اور غیر واضح خط ہونے کے سبب اس سے کماحقہ فائدہ نہیں ہورہا تھا بنابریں دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ کے کتب خانہ کے انچارج مولانا محمد عثمان بستوی نے پانچ نسخوں کو سامنے رکھ کر اس کی تصحیح تحقیق وتخریج اور تعلیق کے عظیم کام کے لئے کمر ہمت باندھی اور الحمدللہ سولہ مہینوں میں یہ صبر آزما کام تکمیل تک پہنچا دیا اس سارے کام میں نگرانی معاونت اور مشاورت بلکہ شریک کار ہونے کا عمل ہمارے اہل وطن شاہ منصور (صوابی) کے معروف علمی خانوادے کے چشم وچراغ' جید' متبحر باذوق عالم اور فقہ فتویٰ میں خاصا درک لکھنے والی شخصیت مولانا مفتی رضاء الحق نے انجام دیا۔ دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ ان کا اور ان کے اکابرین (جو وقت کے جنید بغدادی تھے) کا تعلق کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اللہ ان کو مزید توفیق سے نوازے۔ کتاب میں محقق موصوف نے جابجا جدید مسائل چھیڑنے کیساتھ ساتھ مفتی بہ مذہب' راجح مرجوح' مختار اور غیر مختار کا تعین الفاظ غریبہ اور مصطلحات فقیہ کے معانی' تعریفات تخریج احادیث بلاد وا ماکن اور عظیم شخصیات علمیہ کے تعارف جیسے اہم امور بھی انجام دیئے۔ اس کتاب کی نشر واشاعت کا اہم کام زمزم پبلشرز نے انجام دیا ہے۔ اپنی روایات کے موافق نہایت عمدہ کاغذ' طباعت اور لمینیشن جلد کے ساتھ پیش کیا گیا۔ زمزم پبلشرز نے تھوڑے ہی عرصہ قبل اس میدان میں قدم رکھا لیکن عمدہ معیار کی وجہ سے آگیا اور چھا گیا۔

یادرفتگان: جناب ابرار خٹک *

پیرِ مشرق: سراج الاسلام سراجؔ

پیرِ مشرق کو پہلی بار اس وقت دیکھا تھا جب میں چوتھی یا پانچویں جماعت کا طالب علم تھا اور اپنے دادا‘ دادی کے ساتھ صحبت آباد‘ مردان جا رہا تھا۔ بس موجودہ اکوڑہ پبلک سکول‘ اکوڑہ خٹک (چونگی سٹاپ) کے سامنے آکر رکی۔ سفید شلوار قمیص میں ملبوس‘ قراقلی ٹوپی پہنے‘ سفید ریش‘ فرشتہ صفت شخص کو دیکھا۔ ان کی شخصیت ایسی جاذب و دلکش تھی کہ فوراً اپنے حصار میں لیا اور چند لمحے ہی سہی‘ جب تک بس روانہ نہ ہوئی ٹکٹکی باندھ کر انہیں دیکھتا رہا۔ گاڑی روانہ ہوئی تب بھی میری نظریں مسلسل اُن پر جمی رہیں حتّٰی کہ کافی فاصلہ طے ہوا‘ اور وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس پہلی نظر کا اثر ذہن و فکر ‘قلب و روح پر ایسے نقش ہوا کہ مٹائے نہ مٹا اور اب جب کہ پیرِ مشرق اس فانی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اس لمحے کا اثر تا حال‘ دل میں صرف محسوس ہی نہیں کرتا بلکہ ان کی شخصیت کے حصار کی بلند و بالا دیواروں میں اپنے آپ کو مستقل مقید بھی پاتا ہوں۔ دوسری بار ان کو گورنمنٹ ہائی سکول‘ اکوڑہ خٹک میں پرنسپل نثار احمد صدیقی اور دیگر اساتذہ کی معیت میں آتے دیکھا۔ وہی دلکش منظر‘ گھنی سفید داڑھی‘ کشادہ پیشانی‘ متوسط چہرہ‘ ہلکے آبرو‘ سیاہ چمکتی آنکھیں‘ سرخ رخسار‘ صاف مونچھ‘ متناسب اعضا‘ لمبا قد‘ سر پر قراقلی ٹوپی‘ کندھوں پر سفید رومال‘ سفید شلوار قمیص‘ باوقار چال‘ دور سے نظر پڑی تو وہی ٹھہر گئی اور پلکیں جھپکنے کا یارا ہی نہ رہا۔ آنکھیں اب کے بار سیراب ہوئیں کہ انہیں انتہائی قریب سے صباحی اسمبلی میں دیکھا۔ پرنسپل اور اساتذہ کی جانب سے سراپا احترام خود گواہی دے رہا تھا کہ یہ ہستی یقیناً درس و تدریس کی دنیا سے منسلک ہوگی۔ مشرقی وضع قطع‘ نورانی چہرہ‘ شگفتہ رُخسار‘ باوقار چال‘ صبر و استقامت کا مجسمہ؛ سراج صاحب جیسے ''پیرانِ مشرق'' کا خاصہ ہی ہو سکتا ہے کہ طاقت و مراتب کی دنیا ایسے روح پرور شخصی مناظر اور تسکین و اطمینان سے تہی دست ہوا کرتی ہے اور ہر کسی کو یہ رتبہ نصیب بھی نہیں ہوتا۔ پرنسپل صاحب نے امامِ فنِ تدریس‘ استاذ الاساتذہ‘ شاعر و ادیب‘ مترجم و خوش نویس اور نہ جانے اور کن کن خطابات و القابات سے ان کا تعارف کرایا‘ تاہم خیالات کے اظہار کی دعوت دی گئی تو نہ معلوم کیوں؟ انہوں نے معذرت کی اور یوں دوسری جھلک بھی محض نظارے تک محدود رہی اور سماعتیں بدستور محرومِ شیریں گفتار رہیں۔ تاہم خوشی رہی کہ دامنِ دیدہ و دلِ دیدار کے موتیوں سے لبریز ہو گیا تھا۔ کچھ عرصے بعد سکول میں نوماہی امتحان کے نتائج کا اعلان صباحی اسمبلی میں ہو رہا تھا۔ جہانِ علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب استاذی قاضی انوار الدین مرحوم

---

* استاد شعبہ اُردو‘ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج‘ نوشہرہ

دمغفور کے ہاتھوں انعامات کی تقسیم ہورہی تھی۔ جماعتِ نہم میں امتیازی پوزیشن کے انعام کے لیے میرا نام پکارا گیا' تالیوں کی گونج میں قاضی صاحب موصوف کے ہاتھوں سے انعام کی وصولی کا منظر ذہن و دل پر نقش ہے' تاہم انعام کی صورت میں جو تحفہ ملا اس کی خوشی آج بھی تازہ ہے۔ انعام پیرِ مشرق کی کتاب ''دا حما کلے دے'' (''یہ میرا گاؤں ہے: اکوڑہ خٹک کی تاریخ' جغرافیہ' تہذیب و ثقافت' علوم و فنون' کھیل' تاریخی مقامات' سیاست' پیشے' کارخانے غرض منظوم انسائیکلو پیڈیا ہے' جس میں اس تاریخی شہر کے جملہ شعبہ ہائے حیات کی منظوم منظر کشی دلکش انداز میں کی گئی ہے۔) گھر پہنچا تو نظم بار بار پڑھتا' سیری نہیں ہوتی تھی۔ خود مزے اٹھاتا رہا' سننے والوں کو محظوظ کرتا۔ طلسماتی شخصیت کی خاموشی نے نوخیز دل کو کب کا اسیر کر دیا تھا' نظم کی سادگی' طرزِ ادا' بے ساختہ و ولولہ انگیز اشعار نے روح کے جذبوں کو بھی ان کا گرویدہ بنا دیا۔

میٹرک کا مرحلہ سر کر کے خوشحال خٹک کالج پہنچا تو ہر صبح یا دوسرے تیسرے دن پیرِ مشرق کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے ان کی طلسماتی شخصیت پر نظر پڑتی۔ وہی دلکش منظر' کھڑے ہوتے تو نظریں ان کا طواف کرتیں' روانہ ہوتے تو زمانہ ایک نظر دیکھنے کے لیے رک جاتا۔ کئی بار سلام دعا کا موقع آیا' ان کی شفقت بھری نظریں پڑتیں اور یہاں میرا دل رہا کہ ان سے گفتگو کرنے کے لیے مچلنے لگتا۔ ہمیشہ اس طاق میں رہا کہ تفصیلی ملاقات کا موقع مل جائے؟ خوش قسمتی سے کالج کے ایک پروفیسر صاحب نے ان کے اسکول میں سہ پہر کے وقت ٹیوشن پڑھانے کا پروگرام بنایا۔ ایک دن اسکول کے باہر بینر آویزاں دیکھا تو فوراً ان کے دفتر میں داخل ہوا۔ سامنے کرسی پر بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے میز' بائیں طرف تین' چار کرسیاں' میز کے سامنے رستہ' اور پھر بینچ' دائیں طرف گھر میں داخل ہونے والا دروازہ' سر کے اوپر دیوار کی پیشانی پر ان کے ہاتھوں خوش خط الفاظ میں حمزہ بابا کا پشتو' اور ترجمہ شدہ اردو شعر لکھا ہوا تھا۔

سترگی می لوستے شی د فطرت کتاب — پہ وڑاند د اشنا چہ شی امیانی شی
آنکھیں میری پڑھ سکتی ہیں فطرت کے صحیفے — جب سامنے ''وہ آئیں'' تو ہو جاتی ہیں ان پڑھ

پیرِ مشرق کچھ لکھنے میں مشغول تھے' میں نے السلام علیکم سے ان کو مخاطب کیا اور وہاں تہذیبی سانچوں میں ڈھلی' سحر انگیز شخصیت نے میرا استقبال وعلیکم السلام سے کیا۔ ٹیوشن کی غرض نے آج میری مراد پوری کر دی تھی۔ یہاں عرض مدعا بیان کی اور وہاں انہوں نے پے در پے سوالات کر کے پلک جھپکنے میں نہ صرف مجھے کریدا بلکہ داد و تحسین کی گھٹی بھی پلائی اور یوں میری کیفیت پشتو کے اس ٹپے کی مانند ہوتی رہی:

کہ — فقیرہ دوہ سودہ دِ وکڑل — یو دِ خیر واخست' بل دِ وکڑل دیدنونہ

''فقیر! تو نے دو فائدے حاصل کیے' وصلِ محبوب کے ساتھ ساتھ بھیک بھی!''

وہاں سوالات ہو رہے تھے اور یہاں میری نظریں تھیں کہ ان کے نورانی چہرے پر مسلسل جمی رہیں۔ ملاقات کی تشنگی سیراب ہی نہیں نہال ہو چکی تھی' ان کی صحبت سے یوں نکل رہا تھا جیسے صحرا کا پیاسا مرغزار کے شیریں چشموں سے سیراب ہو کر جا رہا ہو۔ یوں اس ملاقات کی بنیاد پر جو تعلق قائم ہوا وہ نشست و برخاست کی صورت میں اس وقت تک قائم

رہا جب تک پیر مشرق نے ہاتفِ رحیل پر لبیک نہ کہا تھا۔ان کے جانے سے یوں محسوس ہوا جیسے سایہ دار درخت کی گھنی چھاؤں سے محروم ہو گئے ہوں۔شفقت کا یہ عالم تھا کہ پہلی بار جب ان پر فالج کا حملہ ہوا' جس نے ان کے حافظے اور قوت گویائی کو شدید نقصان پہنچایا تھا' اپنے بیٹے کی ہتھیلی پر میرا نام اپنی انگلیوں کی مدد سے لکھ کر بلاتے رہے۔جس وقت ان کو لحد میں اتار رہے تھے رہ رہ کر وہ شعر یاد آ رہا تھا جسے خود پیر مشرق پڑھ کر اکثر آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

بھری محفل سے اُٹھوایا گیا ہوں لحد میں کیوں نہ جاؤں منہ چھپائے

اس ملاقات کے بعد ہر دوسرے' تیسرے یا ہفتے میں ایک دو بار ان سے باقاعدہ ملاقات ہوتی۔جب کبھی بوجوہ ناغہ آتا' وہ پیغام بھیجتے یا خود ہمارے گاؤں کی طرف چلے آتے۔جہاں ان کی دختر نیک اختر کا گھر بھی ہے۔جب بھی ان کے ہاں سے روانہ ہوتا کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور میرے ہاتھوں پوتے' پوتیوں کے لیے بھیجتے' اور مجھے پیر مشرق کی یہ ادا تہذیبی روایتوں کے ہزار افسانے سنا دیتی۔سکول کا صدر دروازہ ان کا دفتر تھا جہاں وہ صبح و شام بیٹھے ہوتے' مہمان آتے' سلام دُعا کرتے' اداب کا چلن ہوتا' رستے پر چلنے والے سینے پر ہاتھ رکھ کر سلام کرتے۔بعد از عصر حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مختلف درجات کے طالب علم آ کر خوشنویسی کی مفت تعلیم و تربیت حاصل کرتے۔پیر مشرق خاطر تواضع کرتے' علمی گفتگو ہوتی۔زیرِ مطالعہ نیا نکتہ زیرِ بحث آتا۔کبھی حجروں' درباروں میں نہیں جاتے تھے' مشاعروں میں بھی نہیں شرکت نہ کرتے۔روایتی شاعری' شعرا سے کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے۔علما' فضلا اور ایسے ادبا جن کے ہاں مقصد پسندی ملتی' سے تعلق رکھتے اور ان کی انتہائی قدر کرتے تھے۔سرکاری و نجی اداروں کے اساتذہ آ کر ان سے تدریسی رموز پر گفتگو کرتے۔کلاس روم سے شاگردوں کو بلا کر ریاضی' انگریزی' اردو کے بنیادی سوالات پوچھتے اور جو کوئی وہاں بیٹھا ہوتا ان کو پیر مشرق کے علمی و تدریسی ذوق و شوق کا معترف ہو کر نکلنا پڑتا۔

میری ملاقات ان سے ایسے وقت میں ہوئی جو ان کی زندگی کے آخری ۱۲'۱۳ سال تھے۔انتہائی حلیم اور بردبار' مصافحہ و معانقہ کرتے تو دیر تک کمر پر تھپکیاں دیتے' ہاتھ ملاتے ہوئے کئی کئی بار جھٹکے دیتے' ان کے اس مصافحے و معانقے میں بھی محبتیں ایسی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتیں کہ ملنے والا اخلاص و مروت کے خزانوں سے مالا مال ہو جاتا۔رستے پر جاتے تو آپ کے وضع قطع سے ہر کوئی متاثر ہو جاتا۔پشاوری چپل کا استعمال زیادہ کرتے۔ان کا مطالعہ' علمی و ادبی ذوق اس معیار کا تھا کہ بیٹھے ہوئے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوتا اور ملاقاتیں نشستوں میں بدل جاتیں۔لحہ لحہ ان کی گفتگو' علمیت کے انوکھے رنگ جھلکنے لگتے۔ان کی محفلوں ہی کا اثر تھا کہ زبان کو بولنے اور قلم کو لکھنے کا سلیقہ آیا۔اکثر اوقات ان کے رفقا' ادیبوں اور شاعروں کے ساتھ نشستوں میں موجود رہتا۔ان کی پر تاثیر گفتگو' مشاہدات و تجربات کا اظہار' علمی' فکری' فنی اور نادر ادبی نکات کی تفہیم سے اہلِ محفل حیران رہ جاتے۔کلاسک شعرا کے فکر و فن کے باریک نکات بیان کرتے تو ذوق ادب کو مزید تحریک ملتی۔سامع و ناظر کو محسوس تہذیبی و تمدنی کیفیت میں ڈھال لیتے' ماضی کا ایک ایک ورق الٹتا' یوں محسوس ہوتا گویا وقت کا پہیہ یکسر مخالف سمت چلنے لگا ہے۔جدید ٹیکنالوجی زدہ ماحول کے بالکل الٹ' ماضی

کے دورانیے کے دوش پر کسی مکتب و مدرسے کی گمنام گلی میں داخل ہوکر بند در کھول لیتے' درسی محفلوں' مکتب و مدرسے' مسجد 'رہٹ' میدانوں' ڈھلتی شاموں اور سلگتی راتوں کے حوالے سے درویشانِ خدا مست' صاحبانِ علم و دانش کی حکایات بیان کرتے' تدریسی زندگی کے منفرد وانوکھے واقعات زبان پر انگڑائی لیتے تو سننے والے پر سکتے کا عالم طاری ہو جاتا۔

پیر مشرق کی نشستوں میں رومی و سعدیؔ مکاآئی وجامی و دیگر اساتذۂ فارسی کی باریکیاں منکشف ہوتیں' رحمانؔ' خوشحالؔ واقبالؔ کے فکروفن کی پرتیں کھلتیں' بیدل وغالب کی نکتہ آفرینیاں آشکار ہوتیں' قصیدہ بردہ شریف کا منظوم پشتو فرہنگ وآہنگ جسم وروح پر وجد طاری کردیتا' غالب کا گنجینۂ معانی پشتو سے غازہ ورخسار سجا کر ایک ہی نظر میں لوٹ لیتا' خوشحال خٹک' حمزہ وعلی خانؔ کا ہمہ رنگ وجہت تخیل' لباسِ اردو میں دل وجگر چیر لیتے: اور اربونہ سلامونہ (منظوم نعتیہ اشعار) اسماء الحسنٰی' منظوم احادیث سے وجد کا سماں بندھ جاتا۔

بقول مولانا ابراہیم فانیؔ علم الاعداد اور علمِ تقویم کے حوالے سے آپ کو امامِ عصر کا مقام ورتبہ حاصل تھا۔ مادہ ہائے تاریخ نکالنا' ۲۸ سالہ کیلنڈر مرتب کرنے میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ علمِ ریاضی (بشمول اردو' انگریزی) کے باریک نکات کو آسان' منظوم انداز میں نوآموز طلبہ وطالبات کے لیے پیش کرتے تو ابتدائی درجات ہی میں ان کے جوہر کھلنے لگتے۔ تاریخی حکایات' اساتذہ کی مشہور غزلوں پر تضمینیں لکھ کر بچوں کی تدریس کو سہل بنانے میں آپ کے تجربات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ تدریس کے دقیق مسائل کے حل میں وہ آج بھی حیرت انگیز نتائج کے حامل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

<u>بہادر شاہ ظفر کی مشہور غزل:</u>

"کہوں کیا رنگ ہے اس کا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو ہوا رنگِ چمن سارا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو"

کو اکوڑہ خٹک کے مقامی بچوں کے لیے کتنے دلچسپ' آسان ودلنشیں انداز میں پیش کیا ہے۔ ابتدائی تدریس کے تمام فلسفے اس نظم میں بدرجہ اتم سموئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نظم کا عنوان "میرا گھر" رکھا ہے' ملاحظہ ہو:

جو پوچھا تم نے گھر میرا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو ہے میرا گھر چمن سارا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
میں جس گاؤں میں رہتا ہوں' اکوڑہ نام ہے اس کا یہاں بہتا ہے اک دریا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
اسی دریا کا پانی دور کابل کے پہاڑوں سے مزے لے لے کے ہے آتا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
اکوڑ خان نامی شخص' اس بستی کا بانی تھا "سرائے" نام تھا پہلا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
یہاں پر قافلے ہر ملک کے آکر ٹھہرتے تھے لگا رہتا یہاں میلا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
یہاں قومِ خٹک کا اک بڑا سردار گزرا ہے وہ تھا ہر علم میں یکتا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
اُسے خوشحال خان کے نام سے لوگ پہچانے پٹھانوں کا بڑا بابا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
وہ شاعر تھا' بہادر تھا' نڈر جرنیل تھا قابل نہ اس جیسا کوئی گزرا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
مسلمانوں کی ہر تحریک کو قوت ملی یاں سے ہے یہ دعویٰ مرا سچا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو

یہاں گھر گھر ہے روشن علم کے موتی بکھرتے ہیں فضا ساری ہے روح افضا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
یہ قصبہ علم و حکمت کا 'سیاست کا ہے گہوارہ یہ مجھ کو دل سے ہے پیارا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو
ابھی ہوں علم کا طالب 'بنوں گا قوم کا خادم سراج استاد ہے میرا' آہا ہا ہا' اُہو ہو ہو

اس سلسلے میں ان کی پشتو منظومات ''کیمسٹری کے آٹھ گیس''،''ضلع پشاور کا جغرافیہ''''جیومیٹری'' وغیرہ کے ذریعے بھی انتہائی حیرت انگیز نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی کو ملحوظ خاطر رکھ کر تدریسی معاونات تیار کرتے اور یوں مشکل نکات کو انتہائی آسان انداز میں طلبہ وطالبات کے ذہن نشین کر لیتے۔ میرا علمی وادبی ذوق متحرک تھا اور ان کے مطالعات و تجربات سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش میں ہر وقت لگا رہتا۔ ''الحق'' رسالے کی پروف ریڈنگ کرتے' نوک پلک سنوارتے اور دلچسپ علمی نکات میں شریک کرتے' ان کی محفل سے اُٹھنے کو جی نہ چاہتا' جب بھی رخصت ہوتے' یوں محسوس ہوتا جیسے مشک وعنبر زر وجواہرات کے ذخیرے چھوڑ کا جا رہے ہوں۔ ہر مرتبہ تخلیق و تدریس' تحریر و تقریر کے انوکھے رنگ اپنے ساتھ لے کر چلا جاتا۔ غالبؔ و حمزہؔ' خوشحال خٹک و علی خانؔ' کی غزلوں کے اردو' پشتو تراجم فنِ ترجمہ کے اصول وضوابط ہی پر پورا نہیں اترتے بلکہ انتہائی اعلیٰ معیار کے عالمی ادبی تراجم میں جگہ پاسکتے ہیں' جن کی نظیر پشتو سے اردو اور اردو سے پشتو تراجم کی روایت میں بھی اس شان سے نہیں ملتی۔ وفیات پر مرثیے' شادی بیاہ پر سہرے لکھنے میں بھی آپ کو انتہائی شہرت حاصل تھی۔ بیٹیوں کی رخصتی پر آپ نے جو سہرے لکھے ان کی ادبی شان مسلمہ ہے۔ ماں باپ کے جذبات کی ایسی فطری عکاسی کی ہے کہ احسان دانش کی مشہور نظم ''مزدور کی بیٹی'' کی یاد ہی تازہ نہیں ہوتی بلکہ مزید انفرادیت اختیار کر لیتی ہے اور تمام والدین کے دل کی آواز بن جاتی ہے۔

ان کی معیت میں اکثر اوقات مختلف علاقوں میں جانے اور ان کے دوستوں' شاگردوں سے ملنے کا اتفاق ہوا' جہاں پہنچتے' شاگردوں کی نظر پڑتے ہی آپ کو گھیر لیتے۔ وہ پیرِ مشرق کے شخصی وتدریسی قصّے بیان کرتے اور مجھے ان کے ماضی پر رشک آنے لگتا۔ ایسی عزت' احترام اور عقیدت ہم نے بہت کم اساتذہ کی دیکھی۔ ایک دفعہ کہنے لگے'' میرا تبادلہ بدرشی سے زیارت کا کا صاحب ہوا۔ رخصت ہو رہا تھا تو سارے اساتذہ انتہائی دکھی تھے' معانقہ کر رہا تھا تو سارے آبدیدہ ہوئے' چونکہ طویل عرصہ گزارا تھا اس لیے میں بھی رو رہا تھا' ایک بچے نے مجھے روتے دیکھا تو پاس آیا اور میری مٹھی میں ایک آنہ رکھا۔ اس بچے کا خیال تھا کہ گویا میں بھی ان کی طرح' (جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے' رو کر والدین سے پیسوں کا تقاضا کرتے ہیں) پیسوں کے لیے رو رہا تھا۔ یہ منظر آج بھی یاد آتا ہے تو زیرِ تبسم آنسو آجاتے ہیں۔''

ایک ہی شعبے سے وابستہ انسانوں میں باہمی رقابتیں اکثر نمایاں نظر آتی ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف منفی تاثرات سننے کو ملتے ہیں تاہم پیرِ مشرق کے متعلق ایسی آرا کبھی سننے کو نہیں ملیں جس سے ان کے مضبوط کردار کی غمازی ہوتی ہے۔ بعد از عصر اکثر طالبانِ حقانیہ یا سکول کے دو تین لڑکے ٹیوشن کے لیے بیٹھے ہوتے۔ کوئی شخص آکر گھر کا دکھڑا سناتا' ان کے پاس لوگ عموماً گھریلو مسائل لے کر آتے' جسے پیرِ مشرق حکمت و تدبّر سے حل کر لیتے۔ (بقیہ صفحہ ۴۶ پر)

محترمہ ص۔س۔سید، قصور

خوشحالی کا نسخہ کیمیاء

ہم مسلمان ایک زندہ کتاب کے وارث ہیں آیئے دیکھیں اس کا کیا مقام ومرتبہ ہے۔ کیونکہ انسانی فطرت میں اور بالخصوص اس مادی دور میں مفاد ہی وقت کا سب سے اہم سوال ہے۔

سورۃ بقرۃ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمانے کے بعد انہیں جنت سے نکل جانے کا حکم دیا تو آیت نمبر 23 میں فرمایا کہ ''تمہارے پاس میری ہدایت آئے گی جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا اسے نہ خوف ہو گا نہ حزن وملال۔ سورۃ طٰہٰ میں بھی آیت نمبر 24, 23، میں یہی فرمایا کہ تمہارے پاس میری ہدایت آئے گی جو کوئی میری ہدایت مانے گا وہ نہ گمراہ ہو گا نہ بدنصیب۔ جو شخص میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کی معیشت تنگ ہو گی۔ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 66 میں اللہ کریم خوشحالی کیلئے اپنا ایک قانون بیان فرماتا ہے ''اگر اہل کتاب تورات، انجیل اور جو کچھ ان پر انکے رب کی طرف نازل کیا گیا اسے قائم کرتے (پڑھتے اور اس پر عمل کرتے) تو لازماً اپنے سروں کے اوپر سے بھی کھاتے اور قدموں کے نیچے سے بھی۔

قرآن کریم کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو تمام واقعات میں اللہ کی کتابوں کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے سُرخرو ہوئے اور نہ ماننے والے تباہ و برباد ہوئے اور اپنی بستیوں کو نشانِ عبرت چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے ہمارے پاس جو کتاب ہے یہ ''ذَالِکَ الْکِتَاب'' سے شروع ہوتی ہے اور اڑھائی صد سے زیادہ مقامات پر ''اَحْکَمَا الْحَاکِمِین'' نے اس کی اہمیت وافادیت بیان فرمائی ہے۔ مثلاً! سورۃ یونس آیت نمبر 58, 57 میں پیغام ربانی ہے۔ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آ چکی ہے اس میں دلوں کی بیماریوں کیلئے شفاء ہے اور مومنوں کیلئے ہدایت ورحمت ہے۔ اے نبی ﷺ فرما دیجئے کہ قرآن اللہ کا فضل اور اسکی رحمت ہے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس پر خوشی منائیں اور اُن تمام چیزوں سے افضل ہے جو وہ دنیا میں جمع کرتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کا آخری خطبہ جو اسلامی چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے اس میں آپ ﷺ نے تقریباً سوا لاکھ کے مجمع کے سامنے فرمایا کہ ''میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے''۔ حضرت علیؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ''خبردار رہو! عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے''۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس فتنہ سے بچنے کی راہ نجات کیا ہو گی! حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی کتاب''۔

اس میں اس بات کی بھی خبر ہے کہ تم سے پہلے لوگوں پر کیا بیتی اور تم سے بعد آنے والوں پر کیا صورتحال ہوگی۔ قرآن ایک سنجیدہ اور فیصلہ کن کلام ہے جو کوئی ظالم و جابر قرآن کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے کچل کر رکھ دے گا جو شخص اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے، حکیمانہ نصیحت ہے۔یہی سیدھا راستہ ہے اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہونگے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں کو قرآنی عظمت سے آگاہ کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کا بیان سنایا ''بلا شبہ پروردگار عالم بہت سی قوموں کو (جو قرآن کو پڑھیں گی اور اس پر عمل کریں گی) عزت و سرفرازی عطا فرمائے گا اور بہت سی قوموں کو '' جو نہ اسے پڑھیں گی اور نہ اس پر عمل کریں گی '' ذلیل و خوار کرے گا''

انیسویں صدی کی عظیم شخصیت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا (کالا پانی) نے وہاں سے واپس آ کر ایک بڑے مجمع میں فرمایا '' میں نے قید کی تنہائی میں اس بات پر بہت غور و خوض کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیاوی حیثیت سے تباہ کیوں ہو رہے ہیں ۔تو معلوم ہوا کہ اس کا سب سے بڑا سبب قرآن کو چھوڑ دینا ہے۔اسلئے میں وہیں سے عزم لیکر آیا ہوں کہ قرآن مجید کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے ۔بچوں کے ناظرہ قرآن پڑھانے کے مکاتب بستی بستی قائم کئے جائیں۔بڑوں کو درس قرآن کی صورت میں اسکے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے کیلئے آمادہ کیا جائے۔

انیسویں صدی کے دوسرے عظیم دانشور حکیم الامت علامہ محمد اقبال بھی رموز بے خودی کی ایک لمبی نظم '' آئین ملّتِ مُحمّدیہ قُرآن اَستِ '' میں قرآن کے اسرار و رموز بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

آن کتاب زندہ قرآن حکیم، حکمت او لا یزال است و قدیم.

یہ زندہ کتاب قرآن حکیم ۔جسکی حکمت ازل سے ابد تک رہے گی۔

اَرج میگیر د ازونا ارجمند. هنده را از سجده میساز دُہلند.

نصیب کے نصیب اس سے چمک اٹھتے ہیں۔یہ غلام کو غلام سے اٹھا کر آقا بنا دیتا ہے۔

دشت پیمایان زتاب یک چراغ. صد تجلی از علوم اندر دماغ.

صحرانوردوں نے اس ایک چراغ کی روشنی سے سینکڑوں علوم کی روشنی پائی۔

از تلاوت بر تو حق دار د کتاب. تو ازو کامے که میخواهی بیاب.

کتاب تجھ پر تلاوت کا حق رکھتی ہے تو اس سے جو بھی چاہے پائے گا۔

اے گرفتار رسوم ایمان تو. شیوه هائے کافری زندان تو.

اے وہ شخص جس کا ایمان رسموں کا قیدی بن گیا ہے، تو کافروں کے طور طریقوں میں پھنس گیا ہے۔

گر تو میخواهی مسلمان زیستن. نیست ممکن جز بقرآن زیستن.

اگر تو مسلمان بن کر جینا چاہتا ہے تو یہ قرآن کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کا علم قدم بہ قدم آگے بڑھتا ہے پہلا مرحلہ قرأت ہے اس کے تلفظ کی طرف بہت توجہ دینی چاہیے کیونکہ عربی زبان میں زیر، زبر، پیش کے فرق سے ہی معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اس لئے ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ قرآن اس طرح پڑھو جس طرح یہ نازل ہوا تھا۔ دوسرا مرحلہ ہم عجمی لوگوں کیلئے ترجمہ سیکھ کر اس کا مفہوم سمجھنا ہے۔ تیسرا مرحلہ اس پر عمل کرنا ہے اور آخری قدم اسے دوسروں تک پہنچانا ہے۔ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے آخری نبی ﷺ کی امت کو (خیر امت) کا لقب دیا جس کا کام ہی اللہ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔

قرآن کا یہ اعجاز بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جو بچے ناظرہ قرآن پڑھتے ہیں انکے لئے دنیا کی ہر زبان پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ جو اس کا ترجمہ پڑھ لیتے ہیں انکے لئے دنیا کی ہر زبان کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور جو اسے حفظ کرتے ہیں ان میں ذہنی بالیدگی پیدا ہو جاتی ہے وہ دینی و دنیاوی علوم حاصل کر کے دین و دنیا میں نمایاں مقام پاتے ہیں۔

قرآن حکیم کا دوسرا بڑا اعجاز یہ ہے کہ اللہ کریم قرآن شریف پڑھانے والوں کو معاشرہ مین عزت سے نوازتا ہے۔ انکے لواحقین اور بچے لائق ہوتے ہیں۔ جو انکی عزت میں اضافہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ نے ایک مختصر سی حدیث شریف میں معاشرہ میں امتیازی مقام پیدا کرنے کا گر بتایا ہے "تم میں سے ممتاز وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے" ہمارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کیلئے بہترین عبادت، تلاوت قرآن پاک ہے یہی نہیں بلکہ ترغیب دی کہ "میری طرف سے پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو"۔ یعنی جو کچھ سیکھو آگے سکھائے جاؤ۔

ششماہی

السیرۃ

عالمی

مدیر: سید فضل الرحمن

چھبیسواں شمارہ شائع ہو گیا ہے

اہم عنوانات: ☆ تکریم انسان تعلیمات نبوی کی روشنی میں ☆ حیات طیبہ روایات مسند احمد کی روشنی میں ☆ جہاد اور ذہن جدید کے شبہات اور آپ کا نظریہ جہاد ☆ السیرۃ النبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام توقیتی مطالعہ ☆ حب و ہوس میں چاہیئے کچھ فرق و امتیاز ☆ نظم اوقات حیات و تعلیمات نبوی کے آئینے میں ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی ☆ فہرست جدید کتب سیرت ☆ فہرست کتب سیرت قرآنی

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی فون 021-36684790

www.rahet.org E-mail: info@rahet.org

مولانا مرید احمد نعمانی، کراچی

موجودہ ملکی صورت حال اور ہماری ذمہ داری

بالآخر ارباب فکرو دانش کے خدشات درست ثابت ہوئے۔کل تک جن باتوں کی حساسیت سے حکمرانوں کو آگاہ کیا جاتا رہا، آج وہ حقیقت کا روپ دھار چکی ہیں۔ملک کے طول وعرض میں اس وقت شدید اضطراب کی کیفیت ہے۔ماضی میں اہل نظر جن جن اندیشوں اور خطرات کی مسلسل نشاندہی کرتے آئے ہیں، آج قصر ابیض کے مکین اس پر مہر تصدیق ثبت کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔حقانی نیٹ ورک کا ہوا کھڑا کرکے، مادر وطن کو دیوار سے لگانے کی تمام تر کاوشیں اس وقت اپنے جوبن پر ہیں۔امریکا افغانستان میں اپنی ناکامی کا ملبہ مکمل طور پر پاکستان کے سر ڈالنا چاہتا ہے۔یوں خطے میں خلفشار وانتشار کا ایک نیا باب کھلنے کا اندیشہ بڑھتا چلا جارہا ہے۔ملکی سلامتی اور قومی خودمختاری کو لاحق خطرات کے پیش نظر، یہ امر خوش آئند ہے کہ سیاسی وعسکری قیادت ایک متفقہ موقف پر جمع ہوگئی ہے، جو اپنی جگہ قابل تحسین ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حالیہ مشترکہ اعلامیہ پر صحیح معنوں پر عمل درآمد ہوسکے گا؟ جبکہ پارلیمنٹ کی گزشتہ قراردادوں کا نتیجہ ڈھاک کے تین پات سے زیادہ کوئی مثبت نہیں نکلا ہے۔تازہ اطلاع یہ ہے کہ کل جماعتی کانفرنس کے اگلے دن ہی امریکی قزاق طیاروں نے پاکستانی سرحد میں دخل اندازی کرتے ہوئے حملہ کیا ہے۔امریکا کا یہ عملی اقدام اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ کس حد تک ہماری ملکی قیادت کی آواز کو اہمیت دیتا ہے۔امر واقعہ یہ ہے کہ ارباب اقتدار کے نامناسب اقدامات، غلط پالیسیوں کے تسلسل اور امریکی چوکھٹ پر سجدہ ریزی نے ہمیں یہ دن دیکھنے پر مجبور کردیا ہے۔ان حالات میں سنجیدہ وفہمیدہ حلقوں کا یہ کہنا بجا ہے کہ موجودہ گرداب سے نکلنے کے لیے، ملکی مفاد وآزادی کو مدنظر رکھتے ہوئے سنجیدہ، ٹھوس اور جامع پالیسیاں تشکیل دینا ہوں گی۔اس کے بغیر کسی عمدہ نتیجہ کی توقع رکھنا محض خام خیالی ہی شمار کی جاسکتی ہے۔

امریکا پاکستان میں جس حقانی نیٹ ورک کی موجودگی کا ڈھنڈورا پیٹنے میں مصروف ہے اور شب وروز آئی ایس آئی پر اس کی خفیہ اعانت کا الزام عائد کررہا ہے، اس کے سربراہ سراج الدین حقانی کا کہنا ہے: ’’پاکستان میں ان کے کوئی ٹھکانے نہیں۔وہ دن گئے جب پاک افغان سرحدی علاقوں میں ان کے ٹھکانے تھے۔اور اب وہ خود کو افغانستان میں زیادہ محفوظ سمجھتے ہیں، جہاں افغان عوام، سینئر فوجی وپولیس افسران ان کے ساتھ ہیں، حکومت میں بھی ایسے مخلص لوگ ہیں جو طالبان کے وفادار ہیں۔‘‘ اس وضاحت کے بعد اس امر میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ امریکا ایک تیر سے دو شکار کھیلنا چاہتا ہے۔واضح رہے کہ حالیہ پاک امریکا کشیدگی نے بھارت کو بھی خوب شہ دی ہے۔بھارتی وزیر خارجہ ایس ایم کرشنا نے جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر، امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن کو پاکستان مخالف کارروائی میں بھرپور

مدد کی یقین دہانی کرائی ہے۔اپنے ایک اظہاریہ میں کرشنا کا کہنا تھا:''بھارت ایک عرصے سے اپنے بیانات کے ذریعے اپنے اتحادی امریکا کو یہی باور کرانے کی کوشش میں مصروف تھا کہ آئی ایس آئی کے دہشتگرد گروپوں سے روابط ہیں، بھارت کے لیے یہ خوشی کا مقام ہے کہ امریکا آئی ایس آئی اور حقانی نیٹ ورک کے درمیان روابط کے بارے میں آگاہ ہے۔اوراس کو آئی ایس آئی کی حقیقت کا علم ہو چکا ہے۔''

امریکا کی دو عملی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک طرف وہ پاکستان پر سنگین نوعیت کے الزامات عائد کررہا ہے تو دوسری طرف تزویراتی تعلقات کو برقرار رکھنے پر بھی مصر ہے۔ایک سمت وطن عزیز کو نفسیاتی دباؤ اور سفارتی محاذ پر پسپائی سے دوچار کرکے عالمی سطح پر تنہا کرنا چاہ رہا ہے۔تو دوسری جانب عالمی برادری کو اپنا ہم نوا بنا کر کے پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔جس کی تازہ ترین مثال افغان صدر حامد کرزئی کا بیان ہے۔جس کے پوشیدہ مضمرات وحقائق اس خاکہ کے رنگوں کو کافی حد تک ظاہر کررہے ہیں۔دھونس اور لالچ کی یہ امریکی پالیسی جلد یا بدیر ناکامی وخفت سے دوچار ہوگی۔بشرطیکہ حکمران اور فوجی قیادت پوری ایمانی جرأت،شجاعت اور وقار کے ساتھ امریکی دباؤ کے سامنے ڈٹ جائیں۔اس صورت میں پوری پاکستانی قوم ان کی پشت پر کھڑی ہوگی۔____ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ شروع دن سے ملک عزیز کئی حوالوں سے صہیونی گماشتوں کا ہدف رہا ہے۔اب بھی پیش آمدہ واقعات واحوال کو اسی تسلسل کی ایک نئی کڑی سمجھا جاسکتا ہے۔اقتصادی،معاشرتی،دفاعی اور انتظامی جہتوں سے ارض پاک کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا سلسلہ،گزشتہ چھ عشروں سے جاری ہے۔پچھلے دس برسوں کے دوران اس مہم جوئی میں حیرت انگیز اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ملک کے موجودہ نازک ترین حالات،روزروز پیدا ہونے والے مسائل ومصائب اور عدم استحکام سے دوچار ہوتی ملکی صورت حال،اس بات کی متقاضی ہیں کہ ہم نئے سرے سے صف بندی کریں۔

اس تناظر میں حکمرانوں سے لے کر عوام الناس تک اور اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک،ہر ایک پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ باہم ہر قسم کے جماعتی،گروہی،لسانی اور نسلی اختلافات ونزاعات کو پس پشت ڈالا جائے۔ہر ہر سطح پر اتحاد واتفاق،یکجہتی اور عدم انتشار کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنی صفوں کو منظم ومتحد کیا جائے۔یہ وقت ذاتی اغراض اور مخصوص مقاصد کو ترجیح دینے کا ہرگز نہیں،بلکہ ایثار ووفا اور وطن عزیز کے تحفظ وبقا کی خاطر یک آواز ہونے کا ہے۔ایسی پرآشوب گھڑیوں میں جب دشمن بڑی ہوشیاری اور عیاری سے اپنے پتے کھیل رہا ہے،ہمارا آپس میں اختلاف وانتشار خاکم بدہن کسی بڑے نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔____ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اور آپ،اپنے ظاہر وباطن کو خوف الٰہی،اسوہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تعلیمات اسلام سے آراستہ وپیراستہ کریں۔شریعت مطہرہ کی پاکیزہ تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے۔اگر ہم شعائر اللہ کی عظمت واہمیت کو پہچانیں،احکام ربانی سے سرمو انحراف سے گریز،معاشرے میں سکہ رائج الوقت بن جانے والے گناہوں اور معصیتوں سے اجتناب اور نیکیوں کی فضا قائم کریں،تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ نصرت ایزدی ہمارے ہمراہ نہ ہو اور ہم طاغوتی آلہ کاروں کے سامنے کامیاب وسرخرو نہ ہوسکیں۔اللہ رب العالمین مملکت خداداد کی جغرافیائی ونظریاتی سرحدوں کی حفاظت فرمائیں۔آمین

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی دارالعلوم تشریف آوری: ۱۴ر نومبر ۲۰۱۱ء کو دارالعلوم حقانیہ کیلئے نہایت خوشی اور رونق کا دن تھا کہ یہاں دارالعلوم میں عرصہ دراز کے بعد حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ تشریف لائے۔ آنجناب کی آمد کے باعث دارالعلوم حقانیہ کے قدیم وجدید سینکڑوں علماء،مدرسین بھی دوسرے دن کی تقریب میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔ دارالعلوم میں تقریب کے حوالے سے طلباء اور مہمانوں میں کافی جوش وخروش پایا جاتا تھا۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ دارالعلوم کی جامع مسجد میں تمام نمازوں میں شرکت فرماتے رہے اور طلباء سے ملاقاتیں بھی رہیں۔ طلباء ان سے ملنے کے لئے بڑے بیتاب تھے لیکن نظم ونسق کا دامن پھر بھی آخر دم تک قائم رکھا۔ دوسرے دن جلسہ گاہ میں بڑے بڑے خیر مقدمی بینرز آویزاں نظر آرہے تھے، ہر طرف سفید کپڑوں اور سفید پگڑیوں کی بہار نظر آرہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ سالانہ دستار بندی کی تقریب منعقد ہو رہی ہو۔ صبح ہی سے ہزاروں مہمان باہر سے بھی پہنچنا شروع ہوگئے تھے۔ دارالعلوم کے باہر سروس روڈ پر میلوں تک گاڑیوں کی پارکنگ کیلئے جگہ نہ تھی۔ تقریب ۱۵ر نومبر ۲۰۱۱ء کو صبح دس بجے تقریب کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔ اور ایک بجے تک یہ شاندار علمی تقریب وقار وتمکنت کیساتھ اختتام پذیر ہوئی اس موقع پر طلباء اور علماء وفضلاء کو حضرت مولانا تقی محمد عثمانی صاحب نے خصوصی اجازت حدیث سے بھی نوازا۔ آخر میں طلباء علماء اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کو الوداع کیا۔

مغربی صحافیوں کی دارالعلوم آمد: موجودہ ملکی اور عالمی حالات کے تناظر میں مختلف مغربی صحافی ۲۱ر نومبر ۲۰۱۱ء کو اور اس سے قبل گزشتہ ماہ بھی اپنی اپنی ٹیموں کے ہمراہ دارالعلوم تشریف لائے۔ اور ان لوگوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا دورہ کیا۔ اور یہاں پر درس وتدریس اور تعلیمی ماحول کا مشاہدہ کیا اور خصوصاً یہاں کے پُرامن تعلیمی ماحول سے بڑے متاثر ہوئے، بعد میں صحافیوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے مختلف ملکی اور عالمی حالات وموضوعات پر تفصیلی انٹرویوز ریکارڈ کیے۔

نائب مہتمم حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب کا سفر حج: ۲۹ر اکتوبر کو دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب حج بیت اللہ کی ادائیگی کیلئے سعودی عرب تشریف لے گئے۔ مناسک حج ادائیگی سے قبل رابطہ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کے سیکرٹریٹ میں (دعوت اسلامیہ حال اور مستقبل کے تناظر میں) تین روز عالمی کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس کا افتتاح وصدارت شہزادہ خالد الفیصل بن عبدالعزیز آل سعود گورنر مکہ نے کی۔ کانفرنس میں بیرون دنیا سے آئے ہوئے جید علماء کرام، ممتاز دانشور اور سکالر حضرات نے شرکت کی اس سفر میں حضرت مولانا کے ہمراہ ان کے برخوردار مولانا حافظ سلمان الحق مدرس جامعہ حقانیہ بھی شریک رہے۔ ۱۲ر نومبر کو واپس عازم اکوڑہ خٹک ہوئے۔

ادارہ

تعارف وتبصرہ کتب

کتاب: اسلام کا نظام سیاست وحکومت (السیاسۃ والادارۃ فی الاسلام) دو جلد

مولف: مولانا عبدالباقی حقانی زید مجدہ ترجمہ: مولانا سید الامین انور حقانی ومولانا شکیل احمد حقانی

ضخامت جلد اول: ۸۰۸ صفحات ۔ جلد دوم ۸۸۸ صفحات ۔ ناشر: موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کافی عرصہ سے ایک ایسی جامع کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جس میں اسلامی طرز حکومت شرعی انداز امارت اور اسلامی رنگ سیاست کے متعلق مکمل مواد اور معلومات موجود ہوں۔ اس لئے بیسویں صدی کے وسط میں جب بہت سی مسلم ریاستیں پے درپے وجود میں آنی شروع ہوئیں تو جہاں اور بہت سے معاملات ومسائل سامنے آئے' وہاں اسلامی ریاست کی نوعیت اسلام کے دستوری احکام اور انتظامی ہدایات پر بھی نئے انداز سے غور وخوض کا آغاز ہوا' اس عمل میں علماء وفقہا کے ساتھ ساتھ ماہرین دستور وسیاست بھی شامل تھے۔ سالہا سال کی اس مسلسل اجتماعی اور اجتہادی کاوش کے نتیجہ میں اسلام کے سیاسی تصورات اور دستوری احکامات نہ صرف منقح ہوکر سامنے آگئے بلکہ ان کو آج کی دستوری زبان اور رائج الوقت قانونی اصطلاحات میں مرتب بھی کرلیا گیا۔ اسلام کے یہ نومرتب شدہ دستوری احکام دنیائے اسلام کے متعدد ممالک کے قوانین ودساتیر کی تدوین میں جہاں جس قدر ممکن ہوا مفید اور موثر بھی ثابت ہوئے واقعہ یہ ہے کہ اسلامی دستور کی تدوین نو اور اسلام کی سیاسی فکر کی تشکیل جدید کا یہ کام فقہ اسلامی کی تاریخ کا ایک بہت اہم اور نمایاں باب ہے' اسلامی دستور کے بعد اب اسلام کی انتظامی ہدایات اور مسلمانوں کے انتظامی تجربات پر بھرپور کام کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بات خوش آئند ہے کہ اب دنیائے اسلام کے اہل علم اس فکر کو توجہ دے رہے ہیں۔

زیر نظر ضخیم کتاب اسلام کا نظام سیاست وحکومت میں ہمارے فاضل محترم حضرت مولانا عبدالباقی حقانی زیدہ مجدہ نے ہزار ہا صفحات اور سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ اور عصیر پیش کیا ہے اور بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ میرے خیال میں اس موضوع پر اتنا جامع کام نہیں کیا گیا ہے اور اس کتاب میں فاضل محترم نے جن موضوعات کو مطرح فکر اور مطمح نظر بنایا ہے وہ انتہائی اہم ہیں۔ یعنی شرعی سیاست اور حکومت وادارہ کے متعلق جتنے بھی محتویات ہیں ان پر قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کرامؓ سے استدلال کیا گیا ہے۔ چونکہ فاضل مؤلف خود بھی طالبان حکومت کے دوران افغانستان میں اہم ریاستی اور حکومتی مناصب پر فائز رہ چکے ہیں تو انہوں نے اپنے تجربہ کی روشنی میں یہ کتاب مرتب کی۔ اور عملی طور پر درپیش مشکلات کا مداوا بھی پیش کیا ہے' یہ کتاب سب سے پہلے آپ نے اپنی مادری زبان پشتو میں تالیف کی تھی' بعد میں اس کی افادیت کے پیش نظر اس کو اردو زبان کے سانچے میں ڈھالنے کا فریضہ مولانا سید الامین

انور حقانی اور مولانا شکیل احمد حقانی ان ہر دو فضلاء نے بطریق احسن انجام دیا۔اس کے بعد زعمائے وفاق کے مشورہ سے اس عظیم تاریخی اور علمی دستاویز کا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور وہ کتاب بھی چھپ کر مارکیٹ میں آگئی ہے۔

مولانا عبدالباقی حقانی اس عظیم الشان علمی کارنامے پر تمام علمی دنیا کی طرف سے صد مبارکباد اور تحسین وداد کے مستحق ہیں' جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں تن تنہا ایک ایسا نادرۂ روزگار کارنامہ انجام دیا جس کے لئے ایک مستقل اکیڈمی کی ضرورت تھی۔کتاب کی ثقاہت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ملک وملت کے انتہائی معتبر و معتمد اور مستند علمی شخصیات نے اس پر اپنی گرانقدر آراء کا اظہار کیا ہے۔ہم وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ارباب بست وکشاد سے یہ پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کتاب کو کسی طریقہ سے نصاب میں شامل کیا جائے۔اور بالخصوص ان تمام دینی مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کے لئے اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے کیونکہ جس منزل مقصود کے لئے یہ حضرات جو جدوجہد کررہے ہیں یہ قیمتی کتاب اسی منزل مقصود کی مکمل تشریح کرتی ہے اور مقصود تک پہنچنے میں مکمل رہنمائی کرسکتی ہے۔

رسالہ: تجلیات فرید (سہ ماہی)   مدیر مسؤل: مولانا میاں ایاز احمد حقانی

بیان فقیہ العصر مفتی اعظم مفتی محمد فرید صاحب قدس سرہ   مقام اشاعت: دارالعلوم اسلامیہ فریدیہ کانگر [illegible] ضلع چارسدہ

مولانا ایاز احمد حقانی دارالعلوم حقانیہ کے فاضل [illegible] ہیں [illegible] دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اس کے بانی ومہتمم کے ساتھ اور اسی طرح اس کی مشائخ کے ساتھ آپ کی محبت وعقیدت مثالی ہے' دارالعلوم حقانیہ میں دوران تعلیم حضرت مفتی صاحب محمد فرید نور اللہ مرقدہ کے حلقہ ارادت میں آئے تھے' اور آپ کے ساتھ اسی وقت سے ان کا تعلق قائم رہا۔اور ان کے ساتھ تادم واپسیں وابستہ رہے۔آپ نے ان کو خلافت سے بھی نوازا تھا' حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ نے اپنے شیخ کی یاد میں ان کے ساتھ اظہار عقیدت کے طور پر سہ ماہی تجلیات فرید کا اجراء کیا۔موجودہ پرچہ ستمبر اکتوبر اور نومبر کا ہے جس میں دو ایک مضامین کے سوا باقی تمام مضامین حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کے متعلق ہیں۔رسالے کا ٹائٹل اور کاغذ وکمپوزنگ دیدہ زیب اور معیاری ہے' جامعہ دارالعلوم حقانیہ اپنے اس روحانی فرزند کو اس مجلہ کے اجراء پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور اسکی روز افزوں ترقی کے لئے دعا گو ہے۔

کتاب: مسنون دعائیں   تالیف: حضرت مولانا حافظ لیاقت علی شاہ نقشبندی غفوری

ضخامت: ۵۱۲ صفحات   قیمت: درج نہیں   ناشر: مکتبہ غفوریہ نزد جامعہ اسلامیہ درویشہ سندھی مسلم سوسائٹی کراچی

دین اسلام کی ساری تعلیمات اور کاوشوں کا ثمر عبادات ہیں کہ انسان کو عبادات کے ذریعے دنیا کی خرافات اور دیگر سارے کفری نظاموں سے الگ کرکے خداوند وحدہ لاشریک کی سچی عبادت کیلئے مختص کردیا جائے۔پھر عبادات میں دعا کا مقام ومرتبہ احادیث کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ ہے۔الدعا مُخ العبادہ۔" دعا عبادت کا مغز یعنی خلاصہ ہے"اسی طرح الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدین ونور السموٰت والارض " دعا مومن کا

ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے۔'' ان احادیث مبارکہ سے حضور اقدس ﷺ دعا کی اہمیت وفضیلت امت مسلمہ کے اذہان میں بٹھانا چاہتے ہیں کہ مانگو تو صرف اپنے رب سے مانگو اور پھر رب بھی اپنے بندوں کو دعا مانگنے کی تلقین بار بار فرماتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:ادعوا ربکم تضرعا و خفیة۔وقال ربکم ادعونی استجب لکم فرمایا تمہارے رب نے مجھے پکارو میں قبول کروں گا۔لہٰذا اس قدر اہمیت کے حامل موضوع پر ملک کے معروف عالم دین اور محقق ومولف جناب حضرت مولانا حافظ لیاقت علی شاہ صاحب مدظلہ نے مستند و معتمد ذخیرہ کتب سے روزمرہ معمولات کی دعاؤں سے ایک اچھا خاصا وافر حصہ منتخب کرکے ''مسنون دعائیں'' کی صورت میں شائع فرمایا ہے۔(اسی طرح آپ نے اس سے قبل بھی اسے جیبی سائز میں شائع کیا ہے جو ہر جگہ آسانی سے لے جایا جاسکتا ہے۔راقم خود بھی دوران سفر اور خصوصاً مطاف ودیگر مقامات مقدسہ پر اس چھوٹے سائز پر مبنی کتاب کو اہمیت کیساتھ نہ صرف پاس رکھتا ہے بلکہ ہر وقت اس سے بھرپور استفادہ کرتا ہے) اس سے قبل بھی دعاؤں کے مختلف مجموعے اور کتابچے شائع ہوئے ہیں لیکن مولانا مدظلہ نے جس تحقیق وجستجو اور جس ذوق لطیف سے ان حسین اور روحانی دعاؤں کو اکٹھا کیا ہے اس سے پہلے کے مجموعے اس کاوش سے خالی ہیں۔الحمدللہ ملک کی اکثر وبیشتر علمی و روحانی شخصیات اور دینی حلقوں نے اس کتاب کی بھرپور پذیرائی کی ہے اور دن بدن اس کی مقبولیت اور اہمیت میں اضافہ ہورہا ہے۔اور اس کے اب تک متعدد ایڈیشنز شائع ہوچکے ہیں۔کتاب ظاہری اور باطنی وروحانی خوبیوں سے مزین ہے، لیکن بہترین ٹائٹل، عمدہ ترین کاغذ وصاف چھپائی سے کتاب نور علی النور کا مصداق بن گئی ہے۔امید ہے حضرت مولانا مدظلہ مستقبل قریب میں بھی اپنی شاندار علمی تحقیقات وتالیفات کا سلسلہ یونہی جاری وساری رکھیں گے۔ آخر میں ہم خداوند تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ حضرت کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان مسنون دعاؤں کی اشاعت کے صدقے امت مسلمہ کی زبوں حالی وپریشاں حالی دور فرمائے۔امین

کتاب:الفتاوی السراجیہ مؤلف:الشیخ الامام العلامہ الفقیہ سراج الدین ابی محمد علی بن عثمان بن محمد التیمی الاوشی الحنفیؒ
تعلیق وتحقیق: مولانا محمد عثمان البستوی مشرف ومعاون: مولانا مفتی رضاء الحق شاہ منصوری مدظلہ
ضخامت: ۶۹۶ صفحات قیمت:۸۰۰ روپے ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

فقہ حنفی کے معتبر اور اہم کتب میں ایک نام الفتاویٰ السراجیہ کا ہے۔اس کا مؤلف عظیم فقیہ علامہ علی بن عثمان بن محمد بن سلیمان التیمیؒ متوفی ۵۶۹ھ ماوراء النہر کے معروف علمی شخصیت ہیں۔اس کتاب کی اہمیت اور مقام ومرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن عابدین شامیؒ اپنی کتاب ''ردالمحتار علی الدر المختار'' کی تالیف میں علامہ ابن نجیمؒ نے البحر الرائق کی تصنیف میں اور فتاویٰ عالمگیری کے جمع وتدوین میں مولانا نظام الدینؒ اور ان کے اصحابؒ نے اس علمی ذخیرے سے استفادہ ضروری سمجھا اس کتاب کے بارے میں علماء کا یہ قول مشہور ہے کہ (بقیہ صفحہ ۶۶ پر)

Adarts -HTS-12/97(R)

Regd No. P-90 Monthly "AL-HAQ" Akora Khattak

(پرشکوہ مجوزہ ماڈل) عظیم الشان تعمیری منصوبہ
جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ
جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

1 لاکھ فٹ کورڈ ایریا۔ 3 منزلہ مسجد ۔ کشادہ ہال۔ گیلریاں
وسیع صحن - تین اطراف سے برآمدے - بیسمنٹ میں دارالحفظ والتجوید کا قیام۔
الگ سیکشن برائے نماز خواتین

تخمینہ لاگت 20 تا 25 کروڑ

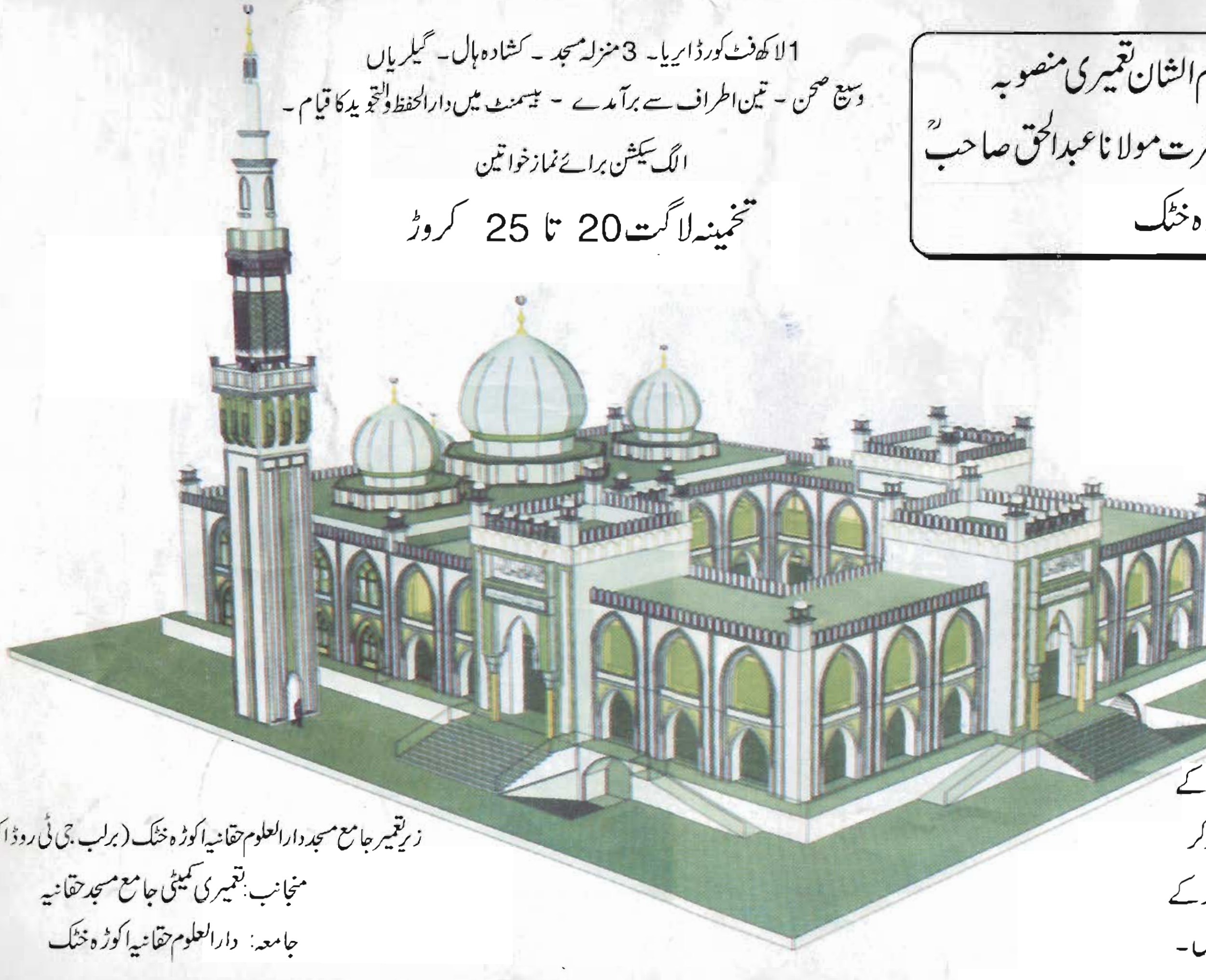

آئیں ہم سب مل کر صدقہ جاریہ کے
اس عظیم الشان عمل میں شامل ہو کر
آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کر کے
جنت میں اپنا گھر ابھی سے بنوائیں۔

زیر تعمیر جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (برلب جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک
منجانب: تعمیری کمیٹی جامع مسجد حقانیہ
جامعہ: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک